ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
35
4 تا 10 ستمبر 2012ء/ 16 تا 22 شوال المکرم 1433ھ

بڑا کام

’’یہ اتنا بڑا کام ہے کہ میری اور آپ کی اور ہم جیسے سینکڑوں آدمیوں کی پوری پوری زندگیاں بھی اس کے لئے کافی نہیں ہیں۔ اگر ہم یہ امید کریں کہ ہماری زندگی میں اس کے پورے نتائج سامنے آ جائیں گے تو یہ غلط اُمید ہوگی۔ یہ کھجور کا درخت لگانا ہے‘ جو اس کو بوتا ہے وہ اس کے پھل نہیں توڑ سکتا‘ ہم اس درخت کو لگائیں گے اور اپنے خونِ جگر سے اس کو سینچ کر چلے جائیں گے۔ ہمارے بعد دوسری نسل آئے گی اور شاید وہ بھی اس کے پھلوں سے پوری طرح لذت آشنا نہ ہو سکے گی۔ کم از کم دو تین پشتیں اس کے پورے نتائج ظاہر کرنے کے لئے درکار ہیں۔ لہٰذا ہمیں نتائج کے لئے بے صبر نہ ہونا چاہئے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ عمارت کا نقشہ ٹھیک ٹھیک‘ جیسا کہ ہم بنا سکتے ہیں‘ بنا دیں اور اس کی بنیادیں اٹھا کر نئی آنے والی نسل کو تعمیری کام جاری رکھنے کے لئے تیار کر دیں۔‘‘

[غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد کے حوالے سے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی اپریل 1938ء کی ایک تحریر سے اقتباس۔ ماخذ: ہفت روزہ ایشیا]

اس شمارے میں

پاکستان کا رخ؟

ماہِ رمضان کے بعد کا روزہ

بھارتی سازش جواب رنگ لا رہی ہے

مدیران جرائد کانفرنس کا مشترکہ اعلامیہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

عیدِ آزاداں یا عیدِ محکوماں؟

ایک ایمان افروز واقعہ

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ یوسف

(آیات 15 تا 18)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَأَجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ ۚ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا وَهُمْ لَا
يَشْعُرُونَ ﴿١٥﴾ وَجَاءُوا أَبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُونَ ﴿١٦﴾ قَالُوا يَا أَبَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا
فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ ۖ وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ ﴿١٧﴾ وَجَاءُوا عَلَىٰ قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ ۚ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ
لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿١٨﴾

آیت ۱۵ فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَأَجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ ۚ ’’پھر جب وہ اس کو لے گئے اور سب اس پر متفق ہو گئے کہ اسے ڈال دیں باؤلی کے طاقچے میں۔‘‘

یہاں پر اَجْمَعُوْا کے بعد عَلٰی کا صلہ محذوف ہے‘ یعنی اس منصوبے پر وہ سب کے سب جمع ہو گئے‘ انہوں نے اس رائے پر اتفاق کر لیا۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿١٥﴾ ’’اور ہم نے (اُس وقت) وحی کی یوسف کو کہ تم (ایک دن) اُن کو ان کی یہ حرکت ضرور جتلاؤ گے اور انہیں اس کا اندازہ بھی نہیں ہوگا۔‘‘

یہ بات الہام کی صورت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں ڈالی گئی ہوگی‘ کیونکہ ابھی آپؑ کی عمر نبوت کی تو نہیں تھی کہ باقاعدہ وحی ہوتی۔ بہر حال آپؑ پر یہ الہام کیا گیا کہ ایک دن تم اپنے ان بھائیوں کو یہ بات اُس وقت جتلاؤ گے جب انہیں اس کا خیال بھی نہیں ہوگا۔ اس چھوٹے سے فقرے میں جو بلاغت ہے اس کا جواب نہیں۔ چند الفاظ کے اندر حضرت یوسفؑ کی تسلی کے لیے گویا پوری داستان بیان کر دی گئی ہے کہ تمہاری جان کو خطرہ نہیں ہے‘ تم نہ صرف اس مشکل صورتِ حال سے نکلنے میں کامیاب ہو جاؤ گے بلکہ ایک دن ایسا بھی آئے گا جب تم اس قابل ہو گے کہ اپنے ان بھائیوں کو اُن کا یہ سلوک جتلا سکو۔

آیت ۱۶ وَجَاءُوا أَبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُونَ ﴿١٦﴾ ’’اور وہ آئے اپنے والد کے پاس شام کو روتے ہوئے۔‘‘

آیت ۱۷ قَالُوا يَا أَبَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا ’’انہوں نے کہا: ابا جان! ہم جا کر دوڑ کا مقابلہ کرنے لگے اور ہم نے چھوڑ دیا تھا یوسف کو اپنے سامان کے پاس۔‘‘

ہم نے اپنا اضافی سامان اکٹھا کر کے ایک جگہ رکھا اور اس سامان کے پاس ہم نے یوسفؑ کو چھوڑ دیا تھا۔ خود ہم ایک دوسرے سے دوڑ میں مقابلہ کرتے ہوئے دور نکل گئے۔

فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ ۖ وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ ﴿١٧﴾ ’’تو اُسے کھا لیا ایک بھیڑیے نے۔ اور آپؑ ہماری بات مانیں گے تو نہیں‘ خواہ ہم کتنے ہی سچے ہوں۔‘‘

آیت ۱۸ وَجَاءُوا عَلَىٰ قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ ۚ ’’اور وہ اُس کی قمیص پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا لائے۔‘‘

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ ’’حضرت یعقوبؑ نے فرمایا: (واقعہ یوں نہیں) بلکہ تمہارے نفسوں نے تمہارے لیے ایک بڑے کام کو آسان بنا دیا ہے۔‘‘

ان کی بات سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں‘ بات کچھ اور ہے۔ یہ بات جو تم بتا رہے ہو یہ تو تمہارے جی کی گھڑی ہوئی ایک بات ہے۔ تمہارے نفسوں نے تمہارے لیے ایک بڑی بات کو ہلکا کر کے پیش کیا ہے اور تم لوگوں نے کوئی بہت بڑا غلط اقدام کیا ہے۔

فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿١٨﴾ ’’اب صبر ہی بہتر ہے اور اللہ ہی کی مدد طلب کی جا سکتی ہے اس پر جو تم بیان کر رہے ہو۔‘‘

حضرت یعقوب علیہ السلام اکیلے تھے‘ بوڑھے تھے اور دوسری طرف دس جوان بیٹے‘ اس صورتِ حال میں اور کیا کہتے؟

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

4 ستمبر تا 10 ستمبر 2012ء — جلد 21
16 تا 22 شوال المکرم 1433ھ — شمارہ 35

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا------------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایوب بیگ مرزا

پاکستان کا رُخ؟

پاکستان کس سمت سفر کر رہا ہے اور اِس سمت کا تعین کون کرتا ہے، اب یہ ایک کھلا راز ہے۔ عالمی استعمار نے اپنا روپ بدل لیا ہے۔ وہ عسکری اور جغرافیائی تسلط سے ممکن حد تک اجتناب کرتا ہے، اور کنٹرول کے لئے مالیاتی ذرائع کو استعمال کرتا ہے اور اس کے لئے منصوبہ بندی قریباً 150 سال سے کی جا رہی تھی لہٰذا اِسی سوچ کو بنیاد بنا کر بنک اور انشورنس کے کاروبار کا آغاز ہوا۔ عالمی سطح پر دوسرے مالیاتی ادارے وجود میں آئے۔ ملٹی نیشنل کمپنیاں میدان میں آئیں اور عالمی سطح پر ارتکاز دولت کا ایسا زبردست اہتمام کیا گیا کہ ماضی میں ایسا سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ گویا بڑے سرمایہ داروں کی نظر نہ آنے والی ایسی عالمی حکومت قائم ہوگئی جس کا تسلط اپنے مقبوضات پر عسکری تسلط سے زیادہ گہرا اور موثر ہے۔ کمال ہوشیاری سے کام لے کر اِن مقبوضہ علاقوں کے کچھ لوگوں پر حکمرانی کا لیبل لگا دیا جاتا ہے، اور کٹھ پتلی حکومتیں وجود میں آ جاتی ہیں۔ ظاہری طور پر اِن کے پاس سیاسی اور عسکری اختیارات ہوتے ہیں، لہٰذا پسے ہوئے عوام ان ظاہری حکمرانوں کو گالیاں دیتے ہیں اور برا بھلا کہتے ہیں اور اپنے دکھوں کا ذمہ دار اُنہیں سمجھتے ہیں، جبکہ حقیقت میں عالمی استعمار سیاسی، معاشی اور سماجی پالیساں دیتا ہے، اور یہ ظاہری حکمران اِن پالیسیوں کو بے چوں وچراں نافذ کرتے ہیں۔ جس کے بدلہ میں استعمار انہیں اپنے اپنے علاقے میں لوٹ مار کی اجازت دیتا ہے۔ اِس لئے کہ یہ لوٹ مار ملک کو مزید کمزور کرتی ہے۔ جس کا بہر حال فائدہ استعمار کو براہ راست پہنچتا ہے، کہ اُس قوم کے جسد میں اپنے پنجے گاڑھنے میں آسانی رہتی ہے۔

عالمی استعمار دنیا کے کسی ملک کو بھی نشانہ بنا سکتا ہے۔ لیکن عیسائی دنیا نے چونکہ سرمایہ دارانہ نظام اور اُس کی یرغمال شدہ جمہوریت کو برضا و رغبت تسلیم کر لیا ہے پھر یہ کہ عیسائیوں کی کوئی مذہبی کتاب ایسا نظام پیش ہی نہیں کرتی جس سے سرمایہ دارانہ نظام کے کسٹوڈین خوفزدہ ہوں یا کسی نوعیت کا خطرہ محسوس کریں لہٰذا اُنہیں بطور حلیف قبول کر لیا گیا۔ اسلام چونکہ ایک ایسا نظام پیش کرتا ہے (اگرچہ بدقسمتی سے عملی طور پر دنیا کے کسی ملک میں بھی یہ نظام اپنے حقیقی تقاضوں کے ساتھ نافذ نہیں ہے) جو سرمایہ پرستی کی جڑ کاٹتا ہے، لہٰذا اسلام کو اِس عالمی استعمار نے اپنے دشمن کے طور پر جانا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ صدفی صد صحیح جانا ہے۔ مسلمانوں کی بات دوسری ہے البتہ اسلام اِس بدترین استحصالی نظام کو کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔ گویا کسی مسلمان ملک میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کا قیام حقیقت میں سرمایہ پرست نظام کی موت ہے۔ یہ عالمی استعمار جو سرمایہ پرستوں کے ایک محدود گروہ پر مشتمل ہے جس میں غالب اکثریت اُن یہودیوں کی ہے جنہیں صیہونی کہا جاتا ہے۔ انہیں عیسائی دنیا کی مکمل پشت پناہی حاصل ہے۔ گویا عیسائیوں اور یہودیوں نے پورے عالم اسلام کے خلاف ایک اتحاد کیا ہوا ہے۔

اگرچہ استعماری اتحاد کا ہدف پورا عالم اسلام ہے لیکن تین ممالک کو خاص طور پر نشانہ پر رکھا گیا ہے: افغانستان، پاکستان اور ایران۔ افغانستان میں وہ مقامی قوتیں غالب آ گئیں جو مخلصانہ طور پر ملک میں اسلامی نظام رائج کرنا چاہتی تھیں، لہٰذا افغانستان جس میں اسلامی نظام کے نفاذ کے حوالہ سے بڑی مثبت پیش رفت ہو چکی تھی، کے خلاف ہنگامی طور پر قدم اٹھایا گیا اور نائن الیون کا ڈراما رچا کر اُس پر قبضہ کر لیا گیا۔ عالمی استعمار کو خوف لاحق ہوا کہ اس نظام کے بے مثل ثمرات سے دوسرے اسلامی ممالک متاثر نہ ہو جائیں۔ لہٰذا باوجود اس کے کہ نائن الیون کے واقعہ میں کوئی افغانی بطور ملزم نامزد بھی نہیں ہوا تھا، حیلے بہانے سے افغانستان پر

فوری طور پر قبضہ کرلیا گیا۔ جہاں تک ایران کا تعلق ہے، ہماری رائے میں ایران میں اسلامی انقلاب کے باوجود عالمی استعمار ایران سے مایوس نہیں، البتہ وہ کسی قیمت پر ایران کو ایک ایٹمی قوت بننے سے روک دینا چاہتا ہے۔ ایران عرب کشمکش سے فائدہ اٹھانے کے لئے عالمی استعمار ایران کو بہت بڑا نقصان پہنچانے سے گریزاں ہے۔ لیکن ایٹمی قوت کا حامل ہونے کی خواہش ایران اور عالمی استعمار کے مابین حقیقی تصادم کا باعث بن سکتی ہے۔ اور اگر عیسائی دنیا اور اسرائیل ایران کو ایٹمی قوت بننے سے روک لینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو جس نوعیت کا نظام ایران میں انقلاب کے بعد قائم ہوا ہے عالمی استعمار اسے اپنے لئے کوئی ایسا ضرر رساں نہیں سمجھتا۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے بہت کم لوگ جانتے ہوں گے کہ اِس اسلامی ملک کے ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے پر عالمی استعمار کس قدر غضبناک ہے۔ وہ اِسے اپنی بڑی ناکامی قرار دیتے ہیں اور وقت کی سپریم پاور امریکہ کی اس نااہلی پر کسی قدر طعن کرتے ہیں۔ خود امریکہ اعتراف کرتا ہے کہ سوویت یونین کی شکست و ریخت اور سپریم پاور آف دی ورلڈ بننے کی خواہش میں وہ اس جرم کا مرتکب ہوا کہ اُس نے ایک اسلامی ملک کے ایٹمی پروگرام سے صرف نظر کیا۔ لہٰذا امریکہ اس غفلت کی تلافی کے لئے پاکستان کے حوالہ سے عالمی استعمار کے ہر حکم کی وقت ضائع کئے بغیر تعمیل کرتا ہے۔ اسی ایجنڈے کی تکمیل کے لئے اکتوبر 1999 میں اپنے ایجنٹ پرویز مشرف کو برسراقتدار لایا گیا جس نے بلا قیمت اور بلا جواز پاکستان کو اس جنگ کا ایندھن بنا دیا۔ پھر پیپلز پارٹی کے ساتھ این آر او کروایا گیا جس کے نتیجہ میں ''پرویز اعظم'' یعنی آصف زرداری کو برسراقتدار لایا گیا۔ اب اپنے اس ٹوڈی کے ذریعے پاکستان کو تباہ کر کے پاکستان کو مکمل طور پر سیکولر ملک بنانے کی کوششیں محنت اور خلوص سے جاری ہیں۔ اب اس پس منظر میں طے کریں کہ پاکستان کس سمت جا رہا ہے اور اس سمت کا تعین کون کر رہا ہے۔

عالمی استعمار اس وقت سب سے زیادہ سرمایہ کاری پاکستان کے الیکٹرانک میڈیا پر کر رہا ہے۔ ہم اس وقت الیکٹرانک میڈیا کے اُن پروگراموں کا تفصیلی ذکر نہیں کریں گے جن میں بے حیائی اور فحاشی کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ اس تفصیل میں بھی نہیں جائیں گے کہ کیسے اینکر حضرات ہمیں سمجھا رہے ہیں کہ بھارت پاکستان کا حقیقی دوست ہے، اُسے دشمن مت سمجھو۔ ہم اس تفصیل میں بھی نہیں جائیں گے کہ کس طرح ہر روز امریکہ اور نیٹو کی قوت سے اہل پاکستان کو ڈرایا جاتا ہے۔ آپ غور فرمائیں رمضان المبارک کے دوران ہونے والے مذہبی پروگراموں میں کس طرح مذہب کو مزاحیہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ کس طرح پاکستانیوں کو بتایا گیا ہے کہ مذہب بھی ایک قسم کی تفریح ہے۔ ان پروگراموں میں اچھل کود کی گئی ہے۔ عورتوں اور مردوں کی اجتماعی افطاری دکھا کر اسلام کے پردہ کے احکامات کا تمسخر اُڑایا گیا ہے۔ انعام میں ملنے والے موبائل فون عورتوں اور مردوں کی طرف اچھالے گئے ہیں، جو وہ بھاگ بھاگ کر کیچ کرتے تھے اور ساتھ ساتھ زوردار قہقہے لگائے جاتے تھے۔ ایک صاحب مذہبی پروگرام میں مہمانوں کے درمیان موٹر سائیکل پر چکر لگاتے تھے۔ گویا سنجیدگی، متانت، شائستگی، ادب و احترام کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ انتہائی عریاں آدھی ننگی عورتیں اسلام کے نام پر کئے گئے پروگراموں میں شرکت کرتی تھیں، اور اسلام سے اپنے جذباتی لگاؤ کا اظہار ''فرماتی'' تھیں۔ ہمارا دشمن جان چکا ہے کہ پاکستانی قوم میڈیا خصوصاً الیکٹرانک میڈیا سے بہت گہرا تاثر قبول کرتی ہے۔ لہٰذا ہمارے مالیاتی نظام کو تباہ کرنے، ہمارے سیاست دانوں کو اپنا ہمنوا بنانے کے بعد وہ مذہب سے بھی ہمارا سنجیدہ تعلق ختم کرنا چاہتا ہے تاکہ لہو و لعب کے سمندر میں اس قوم کو ڈبو دیا جائے۔ ہمارے پاس بچ رہنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ دشمن کے اس وار کا ڈٹ کر مردانہ وار مقابلہ کیا جائے، اور یہ مقابلہ کسی روایتی طریقے سے نہیں کیا جا سکتا۔ جو لوگ ہندوؤں، یہودیوں، عیسائیوں اور سرمایہ پرستوں کے اس گروپ کو واقعتاً اپنا دشمن تسلیم کرتے ہیں اُنہیں جان لینا چاہیے کہ دشمن کو شکست دینے کا صرف ایک طریقہ ہے کہ وہ اسلامی انقلاب کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں، جذباتی انداز سے نہیں حقائق کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے وجود پر اسلام نافذ کرتے ہوئے کسی ایسی تحریک سے منسلک ہو جائیں جو انتخابی نہیں، انقلابی طریقہ سے پاکستان میں اسلام نافذ کرنا چاہتی ہو۔ جس کی قیادت مخلص ہو اور اُسے دین کی کسوٹی پر پرکھ کر فیصلہ کریں، تاکہ ہر مسلمان اقامت دین کا بنیادی فریضہ ادا کر سکے، اور اسلام کے نظام عدل اجتماعی کو پاکستان میں نافذ کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کر سکے۔

بقیہ: ماہِ رمضان کے بعد کا روزہ!

نہ ڈالا جائے، ایسے شخص کو اُس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ جو شخص ایک لمحے کے لئے بھی جہنم میں ڈال دیا گیا، اُس کا تو سب کچھ برباد ہو گیا۔ جہنم کی آگ کا عذاب اس قدر سخت ہے کہ اِسے کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔ حدیث کے مطابق ایک شخص کو تھوڑی دیر کے لئے جہنم کی آگ میں ڈالا جائے گا تو وہ دنیا کا سارا آرام و آسائش بھول جائے گا۔ پھر یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ گناہ گاروں کو نہ جانے کتنا عرصہ آگ میں جلنا پڑے۔ ہم میں سے بہت سے مسلمان اسی پر قناعت کئے بیٹھے ہیں کہ چلو بالآخر تو جنت میں پہنچ ہی جائیں گے۔ حالانکہ ہماری سوچ یہ ہونی چاہیے کہ جیسے بھی ہو کہ ہم جہنم میں جانے سے بچ جائیں، ہمیں آگ میں ڈالا ہی نہ جائے۔ قرآن میں کفار کے بارے میں کہا گیا کہ ﴿فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ﴾ (البقرہ:175) یعنی کفار جنہیں جہنم کی بار بار وعیدیں سنائی جا رہی ہیں، کسی طور ایمان لانے کو تیار نہیں۔ یہ کتنے جگرے والے ہیں کہ جہنم سے بچنے کی انہیں کوئی فکر نہیں ہے۔ بہر کیف ہمیں نار جہنم سے بچنے کی فکر کرنی اور اُس راستے پر چلنا ہے جو ہمیں جہنم سے بچا کر جنت میں لے جائے۔ یہ راستہ ایمان اور تقویٰ والا راستہ ہے۔ یعنی ہمارے دل میں پختہ یقین ہو، اور ہم ایمان کے عملی تقاضوں کو پورا کرنے کی سعی کریں۔ ماہ رمضان کے بعد ہمیں اس رُخ پر سوچنا چاہیے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

ماہ رمضان کے بعد کا روزہ!

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 24 اگست 2012ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! ماہ رمضان کے بعد یہ پہلا جمعہ ہے۔ نیکیوں کا موسم بہار رخصت ہو چکا ہے۔ مبارکباد کے مستحق ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس ماہ مبارک سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ جنہوں نے شرائط و آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے اس ماہ کے روزے رکھے اور اس کی راتوں میں قرآن مجید کے پڑھنے اور سننے سنانے کا اہتمام کیا۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کی کوششوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ رمضان ہمارے لئے اضافی نیکیاں کمانے کا مہینہ تھا۔ اس کی بہت سی برکات تھیں جن سے مسلمانوں نے اپنے اپنے انداز سے فائدہ اُٹھایا۔ آیئے' رمضان کا سبق اپنے ذہن میں تازہ کرلیں۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ روزے کی عبادت کا حاصل تقویٰ ہے۔ قرآن حکیم میں جہاں روزہ کی فرضیت کا ذکر آیا ہے، وہیں آخر میں اُس کی حکمت ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ کے الفاظ سے واضح فرمادی گئی ہے۔ یعنی روزہ کے ذریعے اللہ تمہارے اندر تقویٰ اور خداخوفی پیدا کرنا چاہتا ہے۔ تقویٰ کیا ہے؟ یہ لفظ جتنا عام اور بکثرت استعمال ہوتا ہے، اتنا ہی اُس کے مفہوم کے بارے میں لوگوں کے ذہنوں میں شکوک وشبہات اور غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ تقویٰ کا تعلق ایک خاص طرح کے لباس اور وضع قطع سے ہے جبکہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ تقویٰ کا اصل تعلق انسان کے باطن اور قلب سے ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا)) ''تقویٰ یہاں (دل میں) ہوتا ہے''۔ اسی کو خداخوفی کہتے ہیں۔ تقویٰ کا جوہر بچنا ہے۔ یہ بچنا کس چیز سے ہے؟ اس کا جواب بہت واضح ہے۔ جن چیزوں سے اللہ نے روک دیا ہے، اُن سے بچنا۔ جن چیزوں کے بارے میں فرمادیا کہ یہ ممنوع ہیں، یہ حرام ہیں، اُن سے رُک جانا۔ جو کام اللہ کو پسند نہیں اُن سے اجتناب کرنا۔ جب ہم نے اللہ کو اپنا آقا اور رب مان لیا تو اب ہمارا کام یہ ہے کہ آقا کی اطاعت کریں، اُس کے آگے سر جھکا دیں، جس چیز سے وہ روک دے اُس سے رُک جائیں۔ ورنہ یہ بڑی عجیب بات ہوگی کہ ہم اپنے کسی نوکر اور خادم کے بارے میں تو یہ تصور رکھیں کہ وہ ہماری ہدایات پر پورا پورا عمل کرے اور ہم نے جس چیز سے اُسے روک دیا ہے اُس سے رُک جائے' بصورت دیگر ہم اُسے سخت ترین سزا دینے کے مجاز ہیں، مگر ہم خود اپنے مالک حقیقی کے غلام ہونے کے باوجود اُس کی منع کردہ چیزوں سے نہ رُکیں اور اُس کے احکامات کو دھڑلے سے توڑتے رہیں۔ یہ روش تقویٰ کے سراسر منافی ہے۔

تقویٰ کا اصل مفہوم گناہ، نافرمانی اور ممنوعات سے اجتناب کرنا ہے۔ پھر اُس میں اُن ذمہ داریوں اور فرائض کی ادائی بھی شامل ہے جو اللہ نے ہم پر عائد کی ہیں۔ اگر آپ اِن ذمہ داریوں اور فرائض کو ادا نہیں کرتے تو یہ بھی گناہ ہے، اور تقویٰ کے منافی ہے۔ مثلاً اللہ نے نماز فرض کی ہے، لیکن آپ نماز نہیں پڑھتے تو یہ گناہ کبیرہ ہے۔ اِسی طرح دیگر دینی ذمہ داریاں جیسے دعوت دین، شہادت علی الناس اگر آپ ادا نہیں کرتے تو گویا تقویٰ کا تقاضا پورا نہیں کرتے۔ اللہ کو رب مان کر اُس کی عائد کردہ ذمہ داریوں کو ادا نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے رب کو فی الواقع رب نہیں مانا بلکہ رب کا مقام اپنی عقل یا نفس کو دے دیا ہے۔ بہرکیف تقویٰ کا بنیادی مفہوم گناہ، معصیت، نافرمانی، اور اللہ کے حکم کو توڑنے سے بچنا ہے۔ لیکن وسیع تر مفہوم میں کسی بھی معاملے میں اللہ کی نافرمانی سے بچنے کے ساتھ ساتھ اللہ کی اطاعت بجا لانا ہے۔ چنانچہ تقویٰ کے حوالے سے ہمیں اولین مرحلے میں گناہ اور حرام کام سے رُکنا ہے اور اس کا لٹمس ٹیسٹ سورۃ البقرہ کے 23 ویں رکوع کے آخر میں مال کے معاملے میں بدعنوانی سے بچنا آیا ہے۔ فرمایا:

﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(188)﴾ (البقرہ)

(ترجمہ) ''اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو (رشوۃً) حاکموں کے پاس پہنچاؤ۔ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر نہ کھا جاؤ اور (اسے) تم جانتے بھی ہو۔''

اِس رکوع میں روزے کے احکام و مسائل کا بیان آیا ہے، اور اس کے آخر میں مالیاتی معاملات کے ضمن ہدایات دی جا رہی ہے۔ بظاہر لگتا ہے کہ ان ہدایات کا تعلق روزے سے نہیں ہے، لیکن والد محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس کا روزے سے گہرا تعلق ہے۔ وہ اس طرح کہ ابتدائے رکوع میں روزے کی غرض و غایت تقویٰ بتائی گئی ہے، اور آخری آیت میں تقویٰ کے ایک اہم ٹیسٹ مالی بدعنوانی سے بچنے کا تذکرہ ہے۔ یعنی اگر واقعی تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہوگیا ہے تو اُس کو جانچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنا جائزہ لو کہ تم مالی معاملات میں بدعنوانی سے بچتے ہو یا نہیں۔ سودی لین دین، رشوت اور دوسروں کا مال ناحق کھانے سے اجتناب کرتے ہو یا ان گناہوں میں ملوث ہوتے ہو۔

تمہارے مالی معاملات سے معلوم ہوگا کہ تمہارے اندر خدا خوفی اور تقویٰ ہے یا نہیں ہے۔ ایک شخص تہجد گزار ہے، اور اس نے لمبی داڑھی رکھی ہوئی ہے، لیکن اگر وہ بددیانتی، رشوت خوری اور سودی لین دین میں ملوث ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تقویٰ سے محروم ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آدمی میں تقویٰ ہو اور وہ رشوت دے کر ناجائز مقصد حاصل کرے اور دوسرے کا حق مارے۔ مالی معاملات میں بدعنوانی اور حرام خوری کی ہمارے دین میں اس قدر شناعت آئی ہے کہ ایسے لوگوں کی دعاؤں کی قبولیت کی نفی کی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاکیزہ چیزوں کو پسند کرتا ہے اس نے اہل ایمان کو وہی حکم دیا ہے جو اس نے رسولوں کو حکم دیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے: اے رسولو، پاکیزہ چیز میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، تم جو عمل کرتے ہو بے شک میں اس کا علم رکھتا ہوں۔ اللہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: اے ایمان والو، ہم نے تمہیں جو پاکیزہ رزق عطا کیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اور تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر کرے اور اس کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہوں، پھر وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف کر کے دعا کرے اے میرے پروردگار، اے میرے پروردگار! جبکہ اس کا کھانا حرام ہو، اس کا لباس حرام اور اس کا پینا حرام ہو، اس کو حرام کے ذریعے غذا پہنچائی گئی ہو تو اس کی دعا کیسے قبول ہو گی۔‘‘ (سنن دارمی) بھائیو، ہمارے لئے سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب حرام میں ملوث ہونے والے شخص کی دُعا قبول نہیں ہوتی تو پھر کون سا عمل اللہ کے ہاں قبول ہوگا۔

روزے اور اُس کے حاصل تقویٰ کے حوالے سے مولانا ابوالحسن علی ندوی نے بڑی پیاری بات اپنے کتابچے ’’دو روزے‘‘ میں لکھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ روزہ دو طرح کا ہے۔ ایک روزہ تو رمضان کا ہے جو آدمی صبح سے شام تک رکھتا ہے۔ یہ روزہ رمضان کے ساتھ ہی مکمل ہو جاتا ہے، لیکن ایک دوسرا روزہ بھی ہے۔ یہ رمضان کا روزہ نہیں، پوری زندگی کا روزہ ہے۔ رمضان کے روزے کا افطار روزہ دار شام کے وقت کرتا ہے لیکن پوری زندگی کا روزہ موت پر ہی ختم ہوتا ہے۔ یہ روزہ زندگی کی آخری سانس تک جاری رہتا ہے۔ اور یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ انسان پوری زندگی اُن چیزوں سے رُکا رہے جن سے اللہ نے منع کیا ہے۔ ماہ رمضان میں آپ صبح سے شام تک کھانے پینے اور جنسی خواہش پوری کرنے سے بچتے ہیں اور یوں ایک طیب اور جائز کام سے بھی اللہ کی رضا کی خاطر رکتے ہیں۔ رمضان کے روزہ کی یہ ٹریننگ سال کے بقیہ گیارہ مہینے گناہوں اور اللہ کی نافرمانی سے بچنے کے لئے ہے۔ رمضان کے روزہ کی پابندیاں تو محدود وقت کے لئے ہیں لیکن جو چیزیں شریعت نے حرام کردی ہیں، وہ مستقلاً حرام ہیں۔ مثلاً موسیقی ہر صورت میں حرام ہے۔ بے پردگی ہر صورت گناہ ہے۔ فحاشی و عریانی ہر صورت

پریس ریلیز 27/اگست 2012ء

داخلی سطح پر دگرگوں حالات اور خارجی سطح پر ملکی سلامتی کو درپیش انتہائی خطرناک صورت اجتماعی طور پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بے وفائی بلکہ غداری کا نتیجہ ہے

پاکستان کے تمام مسائل کا حل صرف اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کے قیام میں مضمر ہے

لاہور (پ ر) تنظیم اسلامی پاکستان کی مرکزی شوریٰ کا دو روزہ اجتماع امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے زیر صدارت ہوا جس میں ملک کی داخلی اور خارجی صورتِ حال پر تفصیلی گفتگو کی گئی۔ ارکانِ شوریٰ نے داخلی سطح پر دگرگوں حالات اور خارجی سطح پر ملکی سلامتی کو درپیش انتہائی خطرناک صورت حال پر گہری تشویش کا اظہار کیا۔ انہوں نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ کراچی اور بلوچستان میں ٹارگٹ کلنگ، پنجاب میں ڈاکہ زنی اور لاقانونیت، خیبر پختونخوا میں دہشت گردی کی وارداتوں نے ملک کو بارود کا ڈھیر بنا دیا ہے۔ مہنگائی اور لوڈشیڈنگ نے عوام کا جینا دوبھر کیا ہوا ہے۔ خارجی سطح پر امریکہ نام نہاد دہشت گردی کی آڑ میں پاکستان کا محاصرہ کر رہا ہے۔ علاوہ ازیں ڈرون حملوں سے پاکستان کے معصوم شہریوں کو شہید کر رہا ہے۔ شمالی علاقہ جات میں غیر ملکی ایجنسیاں ایک فرقہ کے لوگوں کو بسوں سے اتار کر ہلاک کر رہی ہیں، تاکہ ملک بھر میں فرقہ وارانہ فسادات پھیل جائیں۔ حکومت کی تمام تر توجہ عدلیہ سے تصادم پر مرکوز ہے اور وہ داخلی اور خارجی خطرات کے حوالہ سے مجرمانہ غفلت کی مرتکب ہو رہی ہے۔ ارکانِ شوریٰ کا اس پر کامل اتفاق تھا کہ پاکستان کے تمام مسائل کا حل صرف اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کے قیام میں مضمر ہے اور پاکستان کے لوگ جن آلام و مصائب میں مبتلا ہیں اس کی صرف یہ وجہ ہے کہ ہم نے اجتماعی طور پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بے وفائی بلکہ غداری کا ارتکاب کیا ہے۔ آج بھی اگر ہم نظریہ پاکستان کو عملی شکل دے دیں، پارلیمنٹ یا عدلیہ کی بالادستی کے چکر سے نکل قرآن و سنت کی بالادستی قبول کرلیں تو ہم پاکستان کو صحیح معنوں میں خوشحال، مضبوط اور مستحکم پاکستان بنا سکتے ہیں جس کی طرف کوئی سپریم قوت بھی میلی نگاہ سے دیکھنے کی جرأت نہ کر سکے گی۔

پریس ریلیز 31/اگست 2012ء

پاکستان نام نہاد دہشت گردی کی جنگ سے فوری طور پر الگ ہو جائے

پاکستان نام نہاد دہشت گردی کی جنگ سے فوری طور پر الگ ہو جائے یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ پاکستان سے اپنے تمام ناجائز مطالبات بھی تسلیم کرواتا ہے اور اُسے دنیا بھر میں ذلیل و رسوا بھی کرتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ جب کبھی پاکستان کی قیادت امریکی مطالبات کو تسلیم کرنے سے ہچکچاہٹ کا اظہار کرتی ہے تو ڈرون حملوں کی بارش شروع ہو جاتی ہے اور پاکستان کو امریکی مطالبات تسلیم کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ پاکستان کو جرأت کر کے ڈرون طیاروں کو گرانا چاہیے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم امریکہ کی قوت اور فرعونیت سے گھبرا کر اُس کے مطالبات تسلیم کر لیتے ہیں جب کہ نہتے طالبان افغانستان نے امریکہ کی فرعونیت کو اپنی سرزمین میں دفن کر دیا ہے۔ اُنہوں نے شام کے مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑنے پر بشار الاسد کی حکومت کی شدید مذمت کی۔ اُنہوں نے کہا کہ امریکہ ہو یا روس یہ سب اسلام دشمن قوتیں ہیں اور اسلام کا خاتمہ چاہتی ہیں۔ اگر ہم حقیقی مسلمان بن جائیں تو ہمیں اللہ کی مدد اور تائید حاصل ہو جائے گی اور ہم اسلام دشمن قوتوں کو نیست و نابود کر سکتے ہیں۔ اِس امر کی ضرورت ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا جائے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

میں اللہ کے غضب کو بھڑکانے والی شے ہے، چاہے یہ شادی بیاہ کے موقع پر ہو یا جشن اور تہواروں کے مواقع پر۔ یوں تقویٰ کے حوالے سے رمضان کے روزہ کا پوری زندگی کے ساتھ رشتہ جڑ جاتا ہے۔ بہرکیف اگر ہم گناہوں اور منکرات سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن اللہ نے ہم پر جو ذمہ داریاں عائد کی ہیں اگر اُن کو ادا نہیں کر رہے تو یہ بھی تقویٰ کے منافی ہے۔ اس لئے کہ یہ بھی اللہ کی نافرمانی ہے۔ مثلاً اللہ نے ہم پر نماز فرض کی ہے۔ ہمیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم دیا ہے۔ اُس نے جہاد ہم فرض کیا ہے۔ یعنی راہ حق میں اپنی توانائیاں، اپنی صلاحیتیں، اپنے اوقات اور اپنا جان و مال لگانا۔ جہاد ہی کی بلند ترین منزل قتال ہے، مگر یہ ہر وقت فرض نہیں ہوتا۔ البتہ جہاد بمعنی جدوجہد ہر وقت فرض ہے۔ قرآن کہتا ہے: ﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ﴾ (الحج:78) ''اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کا حق ہے۔'' اگر ہم جہاد نہیں کرتے تو یہ بھی تقویٰ کے خلاف ہے۔ جہاد ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ سورۃ الحجرات میں فرمایا گیا کہ مومن تو صرف وہ لوگ ہیں جو ایمان لائیں اللہ اور اُس کے رسولؐ پر اور پھر شک میں نہ پڑیں اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں۔ (آیت:15) یعنی سچے اہل ایمان کی ذمہ داری ہے کہ اللہ کی راہ میں، اُس کے دین کی اشاعت اور نفاذ کے لئے اپنی توانائیاں خرچ کریں، اپنے وسائل خرچ کریں، اس راستے میں سختیاں اور مشکلات برداشت کریں۔ مکی زندگی میں بھی جہاد ہو رہا تھا۔ آج مسلمانوں میں عام تصور یہ ہے کہ ہمارے پاس جو وقت ہے یہ دنیا کمانے اور دنیا کو بہتر بنانے کے لئے ہے، مگر ایک بندۂ مومن کا تصور یہ نہیں ہوتا۔ اگرچہ تلاش معاش کے لئے بھاگ دوڑ اور تگ ودو وہ بھی کرتا ہے، مگر اُس کی اصل توانائیاں جہاد فی سبیل اللہ اور شہادت حق کے فریضے کی ادائی میں لگتی ہیں، امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں خرچ ہوتی ہیں۔ لہٰذا ہمیں یہ کام بہر صورت کرنا ہے۔ پہلے تو یہ کام ہمیں زبان سے کرنا ہے، اور جب طاقت حاصل ہو جائے تو پھر قوت سے برائی اور غلط نظام کا راستہ روکنا ہے۔ یہ ہمارا فرض منصبی ہے۔ افسوس کہ ہم اِس سے غافل ہیں۔ ہمیں اس کا شعور ہی نہیں۔ چھوٹے چھوٹے مسئلوں تو میں ہم بڑے حساس ہوتے ہیں۔ مثلاً نماز میں ہاتھ کہاں باندھنا ہیں۔ رفع یدین کرنا ہے یا نہیں؟ تراویح کی کتنی رکعات ہیں؟ لیکن اپنی اصل ذمہ داری اور بحیثیت امت اپنے مشن کی جانب ہماری کوئی توجہ نہیں۔ مسلمانان پاکستان ہی کے حال پر غور کر لیجئے کہ پوری قوم بغاوت کے راستے پر چل رہی ہے، مگر ہمیں اس کی کوئی فکر نہیں۔ پوری قوم نے سودی معیشت اختیار کر کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ چھیڑ رکھی ہے، لیکن ہمیں اس کی کوئی پروا نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے مشن اور ذمہ داریوں کا شعور حاصل کریں۔ لوگوں تک دین کا پیغام پہنچائیں، غلبۂ دین حق کے لئے اپنی صلاحیتیں لگائیں۔ راہ حق میں جدوجہد کا آغاز دعوت سے ہوگا، اگرچہ پھر وہ مرحلہ بھی آئے گا جب یہ جدوجہد تصادم تک بھی پہنچے گی، لیکن پہلے ہی مرحلے میں تلوار ہاتھ میں لے لینا، یا آج کے دور میں بغیر تیاری کے عوامی تحریک برپا کر دینا صحیح نہ ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے مکی دور میں جو دعوت کا دور ہے ہمیں قرآن کے ذریعے جہاد نظر آتا ہے۔ آپؐ کو حکم تھا کہ ﴿وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾ (الفرقان:52) یعنی ''اُن سے اِس قرآن کے ذریعے بڑا جہاد کریں۔'' تو ہمیں بھی غلبۂ دین کی جدوجہد کے پہلے مرحلے میں دعوت دینی ہے، اور قرآن کے ذریعے جہاد کرنا ہے۔ قرآن کے ذریعے لوگوں پر واضح ہوگا کہ اُن کی دینی ذمہ داریاں کیا ہیں اور مسلمان ہونے کا کیا مطلب ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم اس بات پر تو خوش ہوتے ہیں اور ہونا بھی چاہیے کہ ہمیں قرآن میں ''خیر امت'' کہا گیا ہے، لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ کتاب اللہ میں جہاں ہمیں یہ لقب دیا گیا ہے وہیں ہماری ذمہ داری امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی بتائی گئی ہے۔ آج مسلمان اِس سے بے گانہ ہیں، بلکہ انہیں اس کا شعور ہی نہیں۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ منبر و محراب سے بھی مسلمانوں کو اُن کی ذمہ داریاں یاد نہیں کرائی جاتیں۔ ہم اس بات کے تو امیدوار بنتے ہیں کہ حضور ﷺ ہماری شفاعت فرمائیں گے لیکن وہ عظیم مشن جو آپؐ نے ہمارے حوالے کیا ہے، اُس سے مجرمانہ غفلت کو ہم نے شعار بنا رکھا ہے اور اللہ کے دین اور رسول اکرم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کو پاؤں تلے روند رہے ہیں۔ یہ عجیب بات ہوگی کہ ہم اپنا سارا وقت، صلاحیتیں، دنیا کمانے میں لگائیں اور دجالی فتنے کے سیلاب میں بہہ کر دنیاداری ہی کو اپنا مقصد حیات بنالیں اور اس خیال سے کہ ہماری شفاعت ہو جائے گی، نیک بننے اور بحیثیت امت اپنے مشن کو ادا کرنے کی چنداں ضرورت محسوس نہ کریں۔

یہودی یہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے چہیتے اور لاڈلے ہیں۔ لہٰذا جنت ہمارے ہی لئے ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ اگر فی الواقع ان کو اس بات کا یقین ہے تو پھر انہیں چاہیے کہ موت کی تمنا کریں، لیکن یہ ایسا ہرگز نہ کریں گے۔ یہ لٹمس ٹیسٹ ہمارے لئے بھی ہے۔ ہمیں دنیا کی بجائے آخرت کی فوز و فلاح کو مقصد بنانا ہوگا۔ اگر ہمارے دل میں اللہ سے ملاقات کا شوق ہے، اور ہم دینی ذمہ داریوں کو ادا کر رہے ہیں تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ ہم نے فی الواقع آخرت کو مطلوب بنایا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے، تو پھر اپنے آپ کو طفل تسلیاں دے رہے ہیں۔ آیئے آج ہی سے یہ عہد کریں کہ ہم اپنی زندگی سے حرام، کو باہر نکال دیں گے۔ معیشت، معاشرت اور معاملات میں منکرات سے بچیں گے، ہم سے دینی ذمہ داریوں کی ادائی میں جو کوتاہی ہو رہی ہے اس کا ازالہ کر کے ان کی ادائی کی کوشش شروع کر دیں گے۔ ہمارے جسم و جان اور مال و اوقات کا ایک حصہ دین کے لئے لگے گا۔ بحیثیت امت ہمیں شہادت علی الناس کا جو مشن سونپا گیا ہے اُس کو آگے بڑھانے اور دین کو غالب کرنے کی جدوجہد میں عملاً شریک ہوں گے۔ چونکہ یہ مشن رسول اکرم ﷺ کا تھا' لہٰذا اس کی ادائی اللہ کے ساتھ ساتھ اُس کے رسول ﷺ سے بھی وفاداری کا تقاضا ہے۔ ماہ رمضان کے روزے کا نتیجہ یہ نکلنا چاہیے۔ اللہ کرے کہ ہم اس رُخ پر سوچنے پر تیار ہو جائیں۔

اس موقع پر میں ایک اور غلط فہمی بھی دور کر دینا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں سے جنت کا وعدہ کیا ہے وہ متقین ہیں۔ جنت اہل تقویٰ کے لئے تیار کی گئی ہے۔ یہ بات جو عام طور پر لوگوں کے ذہنوں میں ہے کہ ایک کلمہ گو شخص جس کا گناہوں کا پلڑا جھک گیا، اپنے گناہوں کی بقدر سزا پا کر بالآخر جنت میں داخل ہو جائے گا اگرچہ ہمارے عقیدے کا حصہ ہے، لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ قرآن کس چیز کو کامیابی قرار دیتا ہے۔ آگ میں کچھ دیر کے لئے بھی ڈالا جانا سخت خسارے کی بات ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ ﴿مَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ (آل عمران:185) ''جو شخص (جہنم کی) آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا حقیقت میں وہ کامیاب ہے۔'' یعنی کامیاب شخص وہ ہے جو ایک لمحے کے لئے بھی آگ میں

(بقیہ صفحہ 2 پر)

پاکستان کے خلاف پرانی بھارتی سازش' جو اَب رنگ لا رہی ہے

محمد سمیع

پاکستان عالم کفر کی آنکھوں میں ہمیشہ کانٹے کی طرح چبھتا ہے۔ اپنے قیام سے لے کر اب تک اسے مختلف اندرونی و بیرونی سازشوں کا سامنا رہا ہے۔ 1965ء میں ہمارے ازلی دشمن نے ہم پر شب خون مارا۔ لیکن نصرتِ الٰہی کے نتیجے میں اس کا یہ وار ناکامی سے ہمکنار ہوا۔ نصرت الٰہی ہمارے شامل حال رہتی اگر ہم نے تحریک پاکستان کے دوران اللہ سے کیے گئے اپنے وعدے کو پورا کیا ہوتا۔ لیکن ہم نے وعدہ خلافی کی روش اختیار کیے رکھی، اسلام کے نظام عدل کو پس پشت ڈالے رکھا اور اغیار کے استحصالی ظالمانہ نظام کو سینے سے لگائے رکھا۔ بھارت جس نے 1965ء میں منہ کی کھائی تھی، مشرقی پاکستان کو اپنا ہدف بنالیا اور وہاں کی ہندو اقلیت کی مدد سے ہمارے بنگالی بھائیوں کے ذہنوں میں پاکستان کے خلاف نفرت کے جذبات کو ہوا دی۔ 1970ء کے انتخابات کے نتیجے میں اصولی طور پر اقتدار عوامی لیگ کے حوالے نہ کرکے (جس نے اکثریتی ووٹ حاصل کیے تھے) ہم نے اس بھارتی سازش کو کامیاب ہونے کا موقع دیا، جس نتیجے میں پاکستان اپنے مشرقی بازو سے محروم ہوگیا۔

ہم نے سقوط مشرقی پاکستان کے اس عظیم سانحہ سے بھی کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ لیکن اس کے باوجود ہم پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہوا کہ اس نے ہمیں عالم اسلام کی پہلی اور دنیا کی آٹھویں ایٹمی قوت کی حیثیت دے کر ہمارے دفاع کو ناقابل تسخیر بنادیا۔ لیکن ہم وہ احسان فراموش قوم ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کا شکر ادا کرنے اور اللہ کے حضور توبہ کرنے سے گریز کرتے ہوئے اپنی روش پر گامزن ہیں۔ اپنی انفرادی زندگی کو قرآن وسنت کی تعلیمات کے تابع کرتے ہیں اور نہ وطن عزیز ہی میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کو قائم کرنے میں من حیث القوم اپنا کردار ادا کرنے پر آمادہ ہیں۔

ہمارے اسی طرزعمل کے نتائج بد کا آج ہمیں سامنا ہے۔ امریکہ کی سرپرستی اور اسرائیل کے تعاون سے آج بھی بھارت ہماری ملکی سلامتی کے خلاف سرگرم عمل ہے۔ دوسری جانب ہم نے نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں عالمی اتحاد میں شمولیت اختیار کرکے وطن عزیز کو امن وامان کی بدترین صورتحال سے دوچار رکھا ہے۔

ماہ نومبر 2011ء کی ایک اشاعت میں روزنامہ نوائے وقت میں ایک رپورٹ شائع ہوئی تھی جس کے مطابق: ''بھارت نے ایک نئی سازش کا آغاز کردیا ہے اور اندرون سندھ کو ٹارگٹ کیا ہے۔ یہی وہ علاقہ ہے جسے اسٹریٹیجک اعتبار سے پاکستان کا سوفٹ بیلی قرار دیا جاتا ہے۔ اس علاقے پر عرصے سے بھارت کی نظر ہے اور اس سے ملحقہ علاقے میں بھارت کئی مرتبہ فوجی مشقیں کرچکا ہے۔ بھارت دفاعی نوعیت کے اس خطے میں داخل ہوکر اسے دیگر پاکستان سے کاٹنے کے خواب مدت سے دیکھ رہا ہے۔ کئی بھارتی ریٹائرڈ جرنیل اپنی کتابوں میں اس منصوبے کا ذکر کرچکے ہیں۔ بلوچستان میں افغانستان کے راستے دہشت گردوں کو داخل کرنے اور وہاں آگ بھڑکانے کے بعد سندھ میں نیا کھیل کھیلنے کی تیاری کی جارہی ہے۔ جس کے لئے سینکڑوں بھارتی ایجنٹ اندرون سندھ داخل ہورہے ہیں اور اندرون سندھ کے ہندوؤں کو بھارت بھجوایا جارہا ہے۔ بھارت جانے والے یہ ہندو اٹاری ریلوے اسٹیشن (بھارت) پہنچ کر سیاسی پناہ طلب کرلیتے ہیں اور پہلے سے طے شدہ پروگرام اور منصوبے کے تحت انہیں قبول کرلیا جاتا ہے۔ حساس اداروں نے اس حوالے سے حکومت کو تفصیل سے آگاہ کردیا ہے۔ اندرون سندھ کے ہندوؤں کو بھارت میں سیاسی پناہ دلوانے کا کھیل دو برس قبل شروع ہوا تھا جس کے لئے بھارتی ایجنٹوں نے خود ہندوؤں کے خلاف کارروائیاں کیں اور پھر ہندوؤں کے اغواء اور قتل کو بنیاد بنا کر ہندوؤں کا انخلاء شروع کرایا گیا۔ ذرائع کے مطابق اب اس منصوبے پر عمل تیز تر کردیا گیا ہے۔ کئی ہزار ہندو بھارت پہنچائے جاچکے ہیں۔ اندرون سندھ کی ترقی پسند ہندو تنظیمیں اسی پروپیگنڈے میں پیش پیش ہیں جو باقاعدہ الزام تراشی کررہی ہیں کہ سندھ میں ہندوؤں کو چن چن کر نشانہ بنایا جارہا ہے۔ ان کے مطابق یہ کام ایجنسیاں، ڈاکو اور مذہبی انتہا پسند کررہے ہیں۔ پاکستان کے حساس اداروں کی رپورٹوں کے مطابق ہندوؤں کو بھارت پہنچانے میں چند سکھ رہنماؤں کا بھی حصہ ہے جو اپنے مذہبی مقامات پر مذہبی رسومات کی ادائیگی کے لئے جانے والے جتھوں میں سکھوں کے ساتھ ہندوؤں کو بھی شامل کرلیتے ہیں۔ بھارت سے واپسی میں سکھ تو واپس آجاتے ہیں مگر ہندو وہیں رہ جاتے ہیں۔ ذرائع کے مطابق بھارت جانے والے کچھ ہندوؤں کے پاسپورٹوں کو استعمال کرکے بھارتی ایجنٹ بھی پاکستان پہنچے ہیں اور اس وقت اندرون سندھ کا میدان گرم کرنے کے لئے کام تیزی سے جاری ہے۔''

یہ رپورٹ آج سے کوئی نو ماہ پرانی ہے۔ اس کے مطابق سندھ کے ہندوؤں کو بھارت میں سیاسی پناہ دلوانے کا سلسلہ دو برس قبل شروع ہوا تھا۔ اگر حکومت حساس اداروں کی رپورٹوں پر بروقت اقدام کرتی تو صورتحال وہ نہ ہوتی جو آج ہمارے سامنے آئی ہے۔ حکومت کی اس معاملے میں غیرسنجیدگی کا جو مظاہرہ ہورہا ہے اس کا اندازہ وزیراعلیٰ سندھ سمیت صوبائی وزیر برائے اقلیتی امور اور دیگر وزراء کے حالیہ بیانات سے ہورہا ہے جو اسے پروپیگنڈا قرار دے رہے ہیں، جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ جبکہ دوسری جانب صدر مملکت کی ہمشیرہ ہندوؤں سے رابطے میں ہیں۔ اگر ایسا کوئی مسئلہ نہیں بلکہ محض پروپیگنڈا ہے تو انہیں کیوں حرکت میں لایا گیا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ انہوں نے ہندو نوجوانوں کو پیپلز پارٹی میں شمولیت کی دعوت دی ہے، گویا کہ اس سے سارا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ ایک طرف دشمنوں کی سازشوں سے اغماض ہے اور بھارت کو پسندیدہ ترین ملک قرار دیا جارہا ہے اور دوسری جانب اپنی پارٹی کو اس طرح مستحکم کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ پتہ نہیں ہمارے حکمران ملک کو کہاں لے جانا چاہتے ہیں۔ ایسے میں ہمیں غور کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کب تک ہماری اس روش کو نظرانداز کرتے ہوئے

ہمارے ملک کی حفاظت کو یقینی بناتا رہے گا جبکہ اس کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جو خود اپنے حالات کو بدلنے کی کوشش نہ کرے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس کی جانب سے ہمیں ڈھیل دی جا رہی ہو جسے قرآنی اصطلاح میں ''استدراج'' کہا جاتا ہے۔ پوری قوم کو اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے قبل اس کے کہ اللہ کی دراز ہوتی ہوئی رسی کھینچ جائے اور ہم خدانخواستہ کسی بڑے عذاب میں مبتلا ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ وطن عزیز کو ہر قسم کی اندرونی اور بیرونی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھے اور اسے اسلام کی منزل سے ہمکنار فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆ ملتان کے رہائشی رفیق تنظیم کو اپنی بہن عمر 33 سال (مطلقہ) تعلیم ایم اے کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ (کوئی بچہ بھی نہیں ہے۔) برائے رابطہ:
0306-7383800-0336-4234099

☆ ملتان کے رہائشی رفیق تنظیم کو اپنی بھانجی، عمر 24 سال تعلیم بی اے کے لیے برسرروزگار دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ لڑکی کی فیملی پنجابی سپیکنگ ہے۔ برائے رابطہ:
0313-6062100

☆ پشاور میں مقیم قریشی خاندان کو اپنی بیٹی تعلیم بی اے، عمر 36 سال، پابند صوم وصلوٰۃ کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ:
0333-9113933

☆ پشاور شہر میں رہائش پذیر اعوان فیملی کو اپنی 26 سالہ بیٹی، پابند صوم وصلوٰۃ کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ:
0301-8833099

☆ سید فیملی کو اپنی بیٹی عمر 24 سال، قد "5.3 بی ایس سی (پنجاب یونیورسٹی) خوب صورت وخوب سیرت، سرکاری ملازمت کے سلسلے میں لاہور میں رہائش پذیر کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ (ترجیحاً لاہور سے) مطلوب ہے۔ صرف والدین رابطہ کریں۔ برائے رابطہ: 0300-8755273

☆☆☆

ملی یکجہتی کونسل کے زیر اہتمام اور تنظیم اسلامی کے زیر انتظام

دینی جرائد و اخبارات کے مدیران کی ملک گیر کانفرنس کا مشترکہ اعلامیہ

ملک بھر کے نمائندہ دینی رسائل و جرائد کے مدیران کی کانفرنس ملی یکجہتی کونسل کے زیر اہتمام 30 اگست 2012ء کو قرآن آڈیٹوریم لاہور میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کی میزبانی تنظیم اسلامی نے کی۔ ملی یکجہتی کونسل کے صدر قاضی حسین احمد نے کانفرنس کی صدارت کی۔ کانفرنس سے مخاطب ہوتے ہوئے قاضی حسین احمد اور امیر تنظیم اسلامی و نائب صدر ملی یکجہتی کونسل حافظ عاکف سعید نے مدیران دینی رسائل و جرائد کو ان کی ذمہ داری، امت کی راہنمائی کے ضمن میں ان کے اہم کردار اور ملت اسلامیہ پاکستان میں ہم آہنگی اور یکجہتی پیدا کرنے کے حوالے سے بریف کیا۔ مدیران جرائد نے باہمی مشاورت سے درج ذیل نکات پر مشتمل اعلامیہ کی منظوری دی۔

1- مدیران رسائل و جرائد سمجھتے ہیں کہ وقت کی سب سے اہم ضرورت یہ ہے کہ امت مسلمہ میں بالعموم اور ملت اسلامیہ پاکستان میں بالخصوص اتحاد، یگانگت اور یکجہتی کے لیے قلم و قرطاس کی صلاحیتوں کے بھرپور استعمال سے اسلام مخالف قوتوں کے عزائم کو ناکام بنایا جائے۔

2- مدیران جرائد نے اس بات پر بھی اتفاق کیا کہ ملت اسلامیہ پاکستان کو لسانی، نسلی، علاقائی اور فرقہ وارانہ تعصبات میں مبتلا کرنے کے لیے خارجی و داخلی قوتیں سرگرم ہیں۔ دینی طبقات کی طرح دینی جرائد کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ رائے کے احترام، مشترکات کے فروغ اور تفرقات کے خاتمے کو اپنے جرائد میں نمایاں انداز میں شائع کریں۔

3- مدیران جرائد نے اس امر کو ایک خوش آئند فیصلہ قرار دیا کہ ملی یکجہتی کونسل امت مسلمہ میں ہم آہنگی کے وسیع تر مقاصد سے پاکستان میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو فروغ دے گی اور اس مقصد کے حصول کے لیے ایک ماہانہ جریدے کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ اس جریدے کے امور کا جائزہ لینے اور ادارتی معاونت کے لیے مدیران پر مشتمل ایک کمیٹی بھی قائم کی گئی ہے۔

4- مدیران جرائد نے اتفاق کیا کہ ہم اپنے رسائل و جرائد میں دل آزاری پر مبنی کسی نوعیت کا مواد شائع نہیں کریں گے۔ اختلاف رائے کے حق کو مخالفت کا رنگ نہیں دیا جائے گا۔ ہر ایسی تحریر کی اشاعت سے اجتناب کیا جائے گا، جس سے دینی ہم آہنگی کے وسیع تر مقاصد کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو۔

5- مدیران جرائد نے اس عہد کا اعادہ کیا کہ وہ پاکستان میں ملی یکجہتی کے جملہ تقاضوں کو پورا کرنے میں ملی یکجہتی کونسل کے مقاصد اور پروگرام کو اولیت دیں گے اور اس کی سرگرمیوں کو اپنے رسائل و جرائد میں شائع کریں گے۔

6- دینی رسائل و جرائد تاریخ اسلام سے کردار سازی اور اخلاق حسنہ کے واقعات کو دینی جذبے کی آبیاری کے لیے پیش کریں گے تاکہ مسلمانوں میں صبر و برداشت، رواداری اور بھائی چارے کی فضا کو فروغ ملے۔

7- پاکستان میں دہشت گردی، ٹارگٹ کلنگ اور بیرونی جارحیت ایک مشترکہ ایجنڈے کا حصہ ہیں۔ مدیران جرائد اس نوعیت کے واقعات کو بیرونی قوتوں کے اُس ایجنڈے کا حصہ سمجھتے ہیں جس کا مقصد پاکستان میں اسلام کو بدنام کرنا، دینی جماعتوں اور حلقوں کے بارے میں منفی تاثر پیدا کرنا ہے اور یہ اتفاق کرتے ہیں کہ ایسے واقعات کو پوری طرح سے بے نقاب کرنا، ذمہ داران کو قانون کی گرفت میں لانا اور مؤثر عدالتی نظام سے ان کو کیفر کردار تک لے جانا پاکستان کی حکومت، معاشرے کے ہر طبقے اور سب شہریوں کی یکساں ذمہ داری ہے۔ مدیران جرائد ایسی تمام کوششوں میں پہلے بھی قلم سے جہاد کرتے رہے ہیں اور اب بھی اسے لازمی فریضہ سمجھ کر کرتے رہیں گے۔

8- دینی رسائل و جرائد کو باہم مربوط کرنے، ان میں مؤثر اور بامعنی تعاون کو فروغ دینے کے لیے ''ملی جرائد کونسل'' کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مرزا محمد الیاس کو اتفاق رائے سے ملی جرائد کونسل کا کنوینر مقرر کیا گیا۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ

فرقان دانش

جلیل القدر صحابی حضرت ابو ہریرہ ؓ کا زمانہ جاہلیت میں نام عبدالشمس تھا۔آپ کا تعلق یمن کے دوسی قبیلہ سے تھا جب اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کا نام عبدالرحمان رکھا۔والد کا سایہ بچپن میں ہی سر سے اُٹھ گیا تھا۔اس لیے غربت، افلاس اور تنگ دستی دامن گیر ہوئے۔ایک خاتون کے ہاں صرف کھانے اور لباس کی اجرت پر ملازمت کی۔وہی خاتون آگے چل کر ان کی رفیقۂ حیات بنی، جس کا نام بسرہ بنت غزوان تھا۔

آپ کے اسلام لانے کا واقعہ یوں ہوا کہ یمن کے قبیلہ دوس کے سردار طفیل بن عمرو دوسی مکہ معظمہ کے دورے پر گئے۔سرداران قریش نے یمنی سردار کو خوش آمدید کہتے ہوئے خطرے سے آگاہ کیا کہ دیکھنا ہمارے ہاں آج کل ایک نیا ہنگامہ برپا ہے۔عبدالمطلب کے پوتے عبداللہ کے فرزند محمد (ﷺ) نے نبوت کا دعویٰ کردیا ہے۔اس کی باتوں میں جادو کا سا اثر ہے۔جو اس کی محفل میں ایک مرتبہ شریک ہو جاتا ہے اُسی کا ہو کر رہ جاتا ہے۔کہیں آپ بھی اس کے دام میں نہ آجانا۔اس کے دل میں خیال آیا بڑے تعجب کی بات ہے آخر میں بھی اپنے قبیلے کا سردار ہوں، عقل وخرد کا مالک ہوں، ایک قادر الکلام شاعر ہوں۔کسی کی بات سننے میں آخر حرج کیا ہے۔یہ خیال آتے ہی طفیل رسول اقدس ﷺ کی محفل میں گئے، آپ ؐ کی باتیں سنیں تو دل دے بیٹھے۔آپ ﷺ کا دامن پکڑا اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی۔اسلام کی بنیادی تعلیمات سے بہرہ ور ہوئے۔واپس اپنے خاندان میں پہنچے، دعوت وارشاد میں مشغول ہوئے، والدہ، والد، بیوی اور حضرت ابو ہریرہ ؓ اُن کی دعوت سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔بہت محنت کی لیکن ان چار قدسی صفات افراد کے علاوہ کسی اور نے اسلام کی دعوت کو قبول نہ کیا۔دوبارہ مکہ معظمہ رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے خاندان کے افراد کی سرکشی کا گلہ کیا۔آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

((اللھم اھد دوسا))

"الٰہی قبیلہ دوس کو ہدایت نصیب کردے۔"

واپس اپنے علاقے میں پہنچے۔دوبارہ دعوت وارشاد کا آغاز کیا۔قبیلے کے افراد تیزی سے دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔یہ صورت حال دیکھ کر خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔حضرت طفیل بن عمرو دوسی اپنے قبیلے کے نو آموز ان اسلام کو لے کر مدینہ منورہ پہنچے۔یہ قافلہ تقریباً اسی افراد پر مشتمل تھا،جن میں حضرت ابو ہریرہ ؓ والدہ کے ہمراہ شامل تھے۔والدہ نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔جب یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو اس وقت رسول اقدس ﷺ لشکر اسلام کو لے کر خیبر کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔حضرت ابو ہریرہ ؓ مدینہ منورہ سے خیبر پہنچے۔رسول اقدس ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا، آپ ﷺ نے پوچھا نام کیا ہے؟ عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرا نام عبدالشمس ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا، آج سے آپ کا نام عبدالرحمان ہے۔

اسلام قبول کرلینے کے بعد حضرت ابو ہریرہ ؓ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر علم حدیث حاصل کرنے کے لیے اصحاب صفہ کی رفاقت میں مسجد نبوی میں رہنے لگے۔سفر و حضر میں رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں رہنا اپنا معمول بنالیا۔آپ ﷺ کا جو فرمان سنتے اُسے اپنے ذہن میں محفوظ کر لیتے۔پہلے پہل انھوں نے یہ محسوس کیا کہ کچھ عرصہ بیت جانے کے بعد پردۂ ذہن سے بعض فرامین محو ہو جاتے ہیں۔چنانچہ آپ ؓ نے درخواست کی کہ میرے لیے دعا کیجئے' آپ ﷺ کی بات جو میں سنوں وہ نسیان کی نذر نہ ہو۔رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا' اپنی چادر بچھاؤ، تعمیل ارشاد کرتے ہوئے چادر بچھادی۔آپ ؐ نے دعا فرمائی، اپنے مبارک ہاتھ اس چادر پر رکھے اور پھر ارشاد فرمایا: اس چادر کو اٹھا کر اپنے گرد لپیٹ لو۔حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے وہ چادر لپیٹ لی، اس کے بعد میں نے رسول اقدس ﷺ کی زبان مبارک سے جو کچھ سنا وہ بعینہ یاد رہا۔حضرت ابو ہریرہ ؓ کو پانچ ہزار تین سو چوہتر احادیث رسول ﷺ روایت کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ نے خیبر سے واپسی پر مدینہ منورہ میں مستقل سکونت اختیار کی۔ان کی مسلسل دعوت سے والدہ کے دل میں بھی اسلام نے جگہ بنالی اور وہ اسلام قبول کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہوئیں۔اپنی والدہ کے اسلام قبول کرنے کے لیے حضرت ابو ہریرہ ؓ نے رسول اقدس ﷺ سے خصوصی دعا بھی کرائی تھی۔جس روز آپ ؐ نے دعا کی اسی روز ان کی والدہ کو اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے کثیر تعداد میں صحابہ کرام ؓ اور تابعین عظام نے احادیث روایت کی ہیں۔امام بخاری رقم طراز ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے آٹھ سو یا اس سے کچھ زائد صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین نے احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ نے میری کنیت ابو ہرہ رکھی تھی، لیکن میرے احباب نے ابو ہریرہ کہنا شروع کردیا۔محمد بن قیس کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ اپنے احباب سے کہا کرتے تھے کہ مجھے ابو ہرہ کہہ کر پکارا کرو، کیونکہ رسول اقدس ﷺ نے میری کنیت مذکر لفظ سے رکھی تھی نہ کہ مونث لفظ سے۔اسامہ بن زید عبداللہ بن رافع کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے پوچھا لوگ آپ کو اس کنیت سے کیوں پکارتے ہیں؟ فرمایا، میں بکریاں چرایا کرتا۔میرے پاس ایک بلی تھی جس سے بسا اوقات کھیلا کرتا تھا۔اسے اپنی آستین میں بٹھا لیا کرتا تھا۔لوگوں نے میرا اشتیاق دیکھتے ہوئے مجھے ابو ہریرہ کہنا شروع کردیا۔

(بحوالہ ترمذی۔طبقات ابن سعد، تاریخ ابن عساکر)

مفسر قرآن مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ ؓ نے فرمایا: میں سخت بھوک کی وجہ سے بعض اوقات اپنا جگر تھام کر زمین پر لیٹ جاتا اور کبھی اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا۔ ایک دن میں راستے پر بھوکا پیاسا بیٹھا ہوا تھا۔ جہاں سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا گزر ہوتا تھا۔ میرے پاس سے ابوبکر صدیق ؓ گزرے۔ میں نے ان سے قرآن حکیم کی اس آیت کا مطلب پوچھا: ﴿یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا﴾ (کہ وہ اپنی چاہت کے باوجود مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں) میرا پوچھنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ مجھے کھانا کھلا دیں گے۔ لیکن انھوں نے میری منشاء کے مطابق کچھ نہ کیا اور چل دیئے۔ پھر وہاں سے عمر بن خطاب ؓ کا گزر ہوا۔ میں نے اسی آیت کا مفہوم پوچھا۔ وہ بھی اس کا مفہوم بتا کر کچھ کھلائے بغیر یونہی چلے گئے۔ اس کے بعد رسول اقدس ﷺ تشریف لائے۔ آپؐ مجھے دیکھتے ہی مسکرائے۔ میرا مرجھایا ہوا چہرہ دیکھ کر حقیقت حال سمجھ گئے۔ آپؐ نے شفقت بھرے انداز میں فرمایا' ابوہرہ میں نے کہا، لبیک یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ نے فرمایا، اٹھو میرے ساتھ آؤ۔ میں آپؐ کے پیچھے چل دیا۔ آپؐ گھر میں داخل ہوئے، مجھے اندر آنے کی اجازت دی۔ آپؐ نے گھر میں دودھ کا پیالہ پڑا دیکھا۔ اہل خانہ سے پوچھا: یہ دودھ کہاں سے آیا۔ جواب ملا کہ یہ کسی نے آپؐ کے لیے تحفہ بھیجا ہے۔ آپؐ نے آواز دی ابوہرہ! جاؤ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ۔ مجھے آپ کا حکم سن کر اندیشہ ہوا کہ اس دودھ سے اصحاب صفہ کا کیا بنے گا؟ میرے ارمان تو پورے نہ ہو سکیں گے۔ میں تو چاہتا تھا کہ دودھ پی لوں تاکہ میری جان میں جان آئے، جسم میں کچھ توانائی آئے، لیکن آپؐ کا حکم بجا لانا مقدم تھا۔ جب وہ سبھی آگئے تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ یہ دودھ کا پیالہ ان کی خدمت میں پیش کرو۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ دودھ مجھ تک پہنچنے سے رہا۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میرے لیے ضروری تھی۔ میں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دودھ کا پیالہ باری باری ان کی خدمت میں پیش کرنا شروع کیا۔ ہر ساتھی دودھ پی کر پیالہ واپس مجھے پکڑا دیتا۔ پیالہ لبالب اسی طرح بھرا ہوتا۔ اب میں بھوک سے نڈھال کھڑا ہوں۔ پیالہ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا ہے۔ امتحان کی نازک گھڑی ہے۔ سر تسلیم خم کیے ہوئے حکم کا منتظر ہوں۔ آپؐ نے میری طرف شفقت بھرے انداز سے دیکھتے ہوئے فرمایا، بیٹھو یہ پیالہ لو اور دودھ پیو۔ میں بیٹھ گیا اور دودھ پینے لگا۔ جب پی چکا تو آپؐ نے فرمایا مزید پیو۔ میں نے پھر پینا شروع کر دیا۔ جب خوب سیر ہو چکا تو پیالہ ہونٹوں سے الگ کیا۔ آپؐ نے فرمایا ابوہرہ اور پیو۔ میں نے عرض کی بس یا رسول اللہ ﷺ اب تو گنجائش باقی نہیں رہی۔ میں نے پیالہ آپؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھتے ہوئے دودھ پیا اور الحمد للہ کہتے ہوئے اسے ختم کیا۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ ؓ کے دل میں رسول القدس ﷺ کی محبت سرایت کر چکی تھی۔ آپؐ کے دیدار سے نگاہیں کبھی سیراب نہ ہوتیں۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ رسول القدس ﷺ کے چہرے سے بڑھ کر کوئی حسین چہرہ میں نے آج تک دیکھا ہی نہیں۔

ایک روز وہ مدینہ منورہ کے ایک بازار سے گزر رہے تھے۔ لوگوں کو دنیاوی کاموں میں منہمک دیکھ کر غم زدہ ہو گئے۔ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے بآواز بلند کہا، اے باشندگان مدینہ تم محروم و بے کس رہ گئے۔ لوگوں نے بیک زباں ہو کر کہا: آپ نے ہماری کون سی محرومی و بے کسی دیکھی ہے؟ آپؓ نے فرمایا: رسول القدس ﷺ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے اور تم غافل یہاں اپنے کاموں میں مشغول ہو۔ لوگوں نے دریافت کیا، آپ ﷺ کی میراث کہاں تقسیم ہو رہی ہے۔ فرمایا: مسجد نبویؐ میں جا کر دیکھو تو سہی کیسا دلفریب نظارہ ہے۔ لوگ شوق سے دوڑ کر مسجد نبویؐ میں پہنچے۔ وہاں دیکھا کہ کچھ صحابہؓ دینی مسائل میں باہمی تبادلہ خیال کر رہے ہیں۔ کچھ نوافل ادا کرنے میں مشغول ہیں۔ کہیں ذکر الٰہی کا حلقہ ہے۔ کہیں درس و تدریس ہے لیکن کہیں بھی مال و دولت کی تقسیم کا حلقہ دکھائی نہ دیا۔ الٹے پاؤں واپس آئے۔ حضرت ابوہریرہ ؓ بازار میں ہی براجمان تھے۔ لوگوں نے واپسی پر کہا ابوہریرہؓ یہ کیا مذاق ہے؟ وہاں تو کہیں بھی میراث تقسیم ہوتے ہم نے نہیں دیکھی۔ پوچھا کیا آپ لوگوں نے درس و تدریس، باہمی تبادلہ خیال اور ذکر الٰہی کے حلقہ جات دیکھے۔ کہنے لگے کہ ہاں یہ تو دیکھنے میں آئے ہیں۔ فرمایا اللہ کے بندو، یہی تو نبی اقدس ﷺ کی میراث ہے۔ نبی ﷺ کی میراث مال و دولت نہیں ہوتی بلکہ دینی علم ہی نبی ﷺ کی میراث ہوتی ہے جس میں پوری امت برابر کی شریک ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب ؓ نے حضرت ابوہریرہ ؓ کو بحرین کا گورنر نامزد کیا۔ انھوں نے تجارت بھی کی جس سے رزق کی فراوانی کا آغاز ہوا۔ مال و دولت میسر آنے کے بعد حضرت ابوہریرہ ؓ نے اپنا گھر بنایا، ساز و سامان خریدا اور شادی کر کے گھر آباد کیا، لیکن اس مالی فراوانی نے ان کے پاکیزہ دل میں کوئی تبدیلی پیدا نہ کی۔ حضرت ابوہریرہ ؓ حضرت معاویہ بن ابی سفیان ؓ کے دور حکومت میں مدینہ منورہ کے گورنر رہے۔ اس اعلیٰ منصب نے ان کی طبیعت میں کوئی تکدر پیدا نہیں کیا اور نہ ہی ان کی پاکیزہ روح میں کوئی نخوت یا رعونت کے کوئی آثار پیدا کیے۔

حضرت ابوہریرہ ؓ ایک روز لکڑیوں کا ایک گٹھا اٹھائے مدینے کے بازار سے گزر رہے تھے۔ اس وقت وہ گورنر تھے۔ ثعلبہ بن مالک ؓ بازار میں ان کے آگے چلا جا رہا تھا۔ اسے کہا اے ابن مالک اپنے گورنر کو گزرنے کے لیے راستہ دے دو، اس نے پیچھے دیکھے بغیر کہا یہ راستہ کوئی کم ہے اتنا کشادہ راستہ ہے گزر جاؤ۔ آپؓ نے فرمایا ذرا پیچھے دیکھو تو سہی تمہارا گورنر اپنی پیٹھ پر لکڑیاں اٹھائے ہوئے ہے۔ اس لیے تم سے راستہ طلب کر رہا ہے۔ اللہ اکبر یہ ہے مدینہ منورہ کے گورنر، یہ ہیں مثالی حکمران۔

حضرت ابوہریرہ ؓ ایک جید عالم، فاضل، محدث ہونے کے ساتھ ساتھ تقویٰ و طہارت کے اعلیٰ معیار پر فائز تھے۔ دن کو روزہ رکھتے رات کا ایک تہائی حصہ عبادت میں مصروف رہتے۔ پھر وہ اپنی بیوی کو بیدار کرتے۔ وہ رات کے دوسرے تہائی حصہ میں مصروف عبادت رہتی۔ پھر وہ اپنی بیٹی کو بیدار کر دیتی اور وہ رات کے تیسرے تہائی حصے میں مصروف عبادت ہو جاتی۔ اسی طرح پوری رات حضرت ابوہریرہ ؓ کے گھر میں عبادت ہوتی رہتی۔

حضرت ابوہریرہ ؓ کے پاس ایک سوڈانی لونڈی تھی۔ ایک روز وہ گستاخی سے پیش آئی جس سے آپؓ غضبناک ہو گئے۔ اسے مارنے کے لیے کوڑا اٹھایا پھر ہاتھ روک لیا اور فرمایا، اگر قیامت کے روز قصاص کا اندیشہ نہ ہوتا تو آج تیری خوب پٹائی کرتا، لیکن میں آج تجھے ایسے شخص کے ہاتھ بیچ دوں گا جو مجھے زیادہ قیمت ادا کرے گا۔ پھر چند لمحات کے بعد ارشاد فرمایا: جاؤ میں نے

تجھے اللہ کی رضا کے لیے آزاد کیا۔

بحرین میں گورنر کی حیثیت سے مقررہ مدت گزارنے کے بعد جب واپس مدینہ منورہ پہنچے تو ان کے پاس دس ہزار درہم تھے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب ؓ نے باز پرس کی کہ اتنی رقم آپ کے پاس کیسے جمع ہوئی۔ فرمایا، تجارت، عطیات اور مملوکہ مویشیوں کی فروخت سے۔ امیر المومنین نے دوبارہ بحرین کا گورنر نامزد کر کے روانہ کرنا چاہا تو معذرت کر لی۔ امیر المومنین نے فرمایا آپؓ بھی عجیب آدمی ہیں کہ امارت جیسی نعمت کا انکار کر رہے ہیں۔ حالانکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کے لیے دلی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت ابوہریرہ ؓ نے فرمایا وہ خود بھی پیغمبر تھے اور پیغمبر کے بیٹے تھے۔ میں خاکسار تو صرف امیمہ نامی خاتون کا بیٹا ہوں۔ مجھے تین باتوں سے ڈر لگتا ہے۔

☆ ایک یہ کہ بغیر علم کے کچھ کہوں۔

☆ دوسری یہ کہ بغیر کسی شرعی دلیل کے کوئی فیصلہ کروں۔

☆ تیسری بات یہ ہے کہ مجھے قتل سے بہت ڈر لگتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ ؓ حضرت عثمان بن عفان ؓ کے دورِ خلافت میں خاموشی سے حدیث کی خدمت میں مصروف رہے۔ جب آپؓ کے خلاف شر پسند عناصر نے ہنگامہ کھڑا کیا تو آپؓ نے حضرت عثمان ؓ کا بھرپور ساتھ دیا۔ امیر المومنین حضرت عثمان ؓ کی شہادت کے بعد جنگ جمل اور صفین میں شریک نہیں ہوئے۔ اس دور میں محتاط طبیعت صحابہ کرامؓ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔

حضرت امیر معاویہ ؓ کے دورِ حکومت میں حضرت ابوہریرہ ؓ کو مدینہ منورہ کے گورنر ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ کبھی مروان بن حکم اس عہدے پر فائز ہوتا اور کبھی حضرت ابوہریرہ ؓ مسند امارت مدینہ پر جلوہ افروز ہوتے۔

57 ہجری کو مدینہ منورہ میں شدید بیمار ہوئے۔ کبار صحابہ کرامؓ آپؓ کی عیادت کے لیے آتے آپؓ انہیں دیکھتے ہی رونا شروع کر دیتے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ اتنا روتے کیوں ہیں، آپ کی تو دین کے لیے بڑی خدمات ہیں۔ فرمایا: مجھے یہ غم نہیں کہ میں اس دنیا سے جا رہا ہوں۔ مجھے یہ غم ستا رہا ہے کہ زادِ راہ بہت کم، سفر بڑا طویل اور کٹھن ہے۔ جنت اور جہنم کے دوراہے پر کھڑا ہوں؟ پتہ نہیں کس طرف دھکیل دیا جاؤں گا۔ مدینے کا گورنر مروان بن حکم عیادت کے لیے آیا اس نے بھی دلاسہ دیا۔ لیکن ان کی آنکھیں مسلسل آنسو بہائے جا رہی تھیں۔

حضرت ابوہریرہ ؓ نے اہل خانہ کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، مجھے اس طرح کفن پہنانا جیسے رسول اقدس ﷺ کو پہنایا گیا تھا۔ مجھے جلد دفنانے کا اہتمام کیا جائے۔ میری قبر پر خیمہ نصب نہ کیا جائے۔ میرے جنازے کے پیچھے کوئی آگ لے کر نہ چلے۔

مروان بن حکم عیادت کر کے گھر سے باہر نکلا ہی تھا کہ اقلیم علم کے بادشاہ حافظ الحدیث حضرت ابوہریرہ عبدالرحمٰن بن صخر ؓ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اس وقت ان کی عمر 78 برس تھی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن سیکھیں اور سکھائیں (حدیث)

کتاب ملتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے

سات روزہ کل وقتی

فہم قرآن وسنت کورس

ان شاء اللہ العزیز

آغاز 8 تا 14 ستمبر 2012ء

بمقام مسجد جامع القرآن گرین ٹاؤن مروٹ تحصیل فورٹ عباس ضلع بہاولنگر

نصاب

1۔ سورہ فاتحہ وسورہ بقرہ مکمل (ترجمہ وتفسیر)

2۔ مطالعہ احادیث

3۔ اہم دینی موضوعات

مدرس: محمد منیر احمد مصنف: طریق القرآن (تفسیر سورۃ فاتحہ وسورۃ البقرہ)

برائے رابطہ: 0336-2361236

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟

ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟

نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط وکتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی کورس

(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)

(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط وکتابت کورسز

قرآن اکیڈمی 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 3-35869501

E-mail: distancelearning@tanzeem.org

عید آزاداں یا عید محکوماں؟

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی: حافظ عاکف سعید، ایوب بیگ مرزا   میزبان: وسیم احمد

سوال: (امیر تنظیم اسلامی سے) عید ایک اسلامی تہوار ہے، اگرچہ آج ہمیں اصلاً عید آزاداں یا عید محکوماں کو موضوع گفتگو بنانا ہے، لیکن میں چاہوں گا کہ پہلے آپ ہمارے ناظرین کو بتایئے کہ عید کا لغوی مطلب کیا ہے۔ علاوہ ازیں نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ عید کس طرح مناتے تھے؟

حافظ عاکف سعید: عربی زبان میں عید کسی شے کے بار بار لوٹ کر آنے کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں ایسی خوشی جو بار بار لوٹ کر آتی ہے۔ ہر قوم کے ہاں سالانہ بنیادوں پر تہوار ہوتے ہیں۔ اسلام میں بھی دو بنیادی تہوار ہیں جنھیں عیدین کہا جاتا ہے۔ ایک تہوار عید الفطر اور دوسرا عید الاضحیٰ کہلاتا ہے۔ مسلمانوں کے تہوار کا انداز دوسری اقوام کے تہواروں سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ باوقار اور شایانِ شان طریقے سے خوشی منانے کا جو طریقہ ہو سکتا ہے، وہ ہمیں حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں سے معلوم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ عید الفطر کی رات (یعنی چاند رات) کو خصوصی عبادت اور دعا کا اہتمام فرماتے تھے۔ آپؐ نے چاند رات کو نہایت فضیلت والی رات بتایا۔ کیونکہ یہ قبولیت والی رات ہوتی ہے۔ پھر عید کی صبح آپ ﷺ کی خاص تیاری ہوتی تھی۔ آپ ﷺ غسل فرمانے کے بعد اچھے کپڑے پہنتے تھے۔ عید کی نماز سے قبل کوئی میٹھی چیز (مثلاً کھجور وغیرہ) تناول فرماتے تھے۔ اس کے بعد غریبوں، یتیموں اور بیواؤں وغیرہ کا خاص خیال رکھتے ہوئے سب سے پہلے فطرانہ ادا کرتے تھے، تاکہ یہ لوگ بھی عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔ لہٰذا فطرانہ کی ادائیگی نماز عید سے قبل ہونی چاہیے۔ آپ ﷺ نماز عید کو جاتے ہوئے تکبیرات کا بڑی شان سے اہتمام فرمایا کرتے تھے، اور بڑے باوقار انداز میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ آپ نماز عید کا خطبہ نماز کے بعد دیا کرتے تھے، اور خطبہ میں آیات قرآنی اور دین کے احکامات وغیرہ بیان فرماتے تھے۔ خلفاء راشدین ؓ اور صحابہ کرام ؓ نے بھی حضور اکرم ﷺ کی سنت کو اپنایا ہے، مگر بدقسمتی سے ہم نے عید منانے کے اپنے رنگ ڈھنگ اختیار کر لیے ہیں جو اسلام میں قطعی ممنوع اور حرام ہیں۔ ہمارے ہاں عید کے موقع پر خصوصی راگ رنگ اور ناچ گانے کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔ بالکل ویسے ہی جیسے عیسائیوں اور ہندوؤں وغیرہ کے ہاں اپنے تہوار منانے کا دستور ہے۔ اسی طرح خواتین بے حجاب ہو کر اور بن سنور کر غیر مردوں کے سامنے آتی ہیں حالانکہ یہ اسلام میں قطعی ممنوع ہے۔ لہٰذا ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ کوئی شرعی حکم ٹوٹنے نہ پائے۔ عید کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم مادر پدر آزاد ہو جائیں بلکہ حدود اللہ کا احترام کرتے ہوئے ایک دوسرے سے ملیں اور ایک دوسرے کو اچھا کھانا کھلائیں نیز اس خوشی میں غریبوں کو بھی شامل کریں۔ جب مسلمان ایک دوسرے سے ملیں تو ایک اجتماعیت کا احساس ہونا چاہیے کہ ہم ایک اُمت ہیں، جس میں رنگ، نسل اور زبان وغیرہ کا کوئی امتیاز نہ ہو۔

سوال: ایوب بیگ صاحب، علامہ اقبال کا ایک شعر ہے، عید آزاداں شکوہ ملک و دیں، عید محکوماں ہجوم مومنین۔ عید تو عید ہوتی ہے۔ علامہ نے آزاداں اور محکوماں کی تقسیم کیوں کی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اس کے جواب سے پہلے ہمیں برصغیر کی تاریخ کو کھنگالنا پڑے گا۔ برصغیر میں مسلمانوں کی آخری حکومت مغلوں کی تھی۔ ظہیر الدین بابر سے اورنگ زیب عالمگیر تک مسلمانوں نے پورے برصغیر میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ اپنی قانونی رٹ کو قائم رکھا ہوا تھا۔ لیکن 1707ء میں جب اورنگ زیب حیدر آباد کی مہم کے دوران وفات پا گیا تو اس کے جانشین اس قابل نہ تھے کہ وہ اپنی حکومت کو اسی طرح مستحکم اور دوام بخشتے جیسا کہ پچھلے چار پانچ بادشاہوں نے اپنی حکومت برصغیر میں قائم رکھی ہوئی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پورے ہندوستان میں مختلف لوگوں نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کر لیں۔ شاہ جہاں کے دور حکومت میں انگریزوں نے شاہ جہاں کی بیگم کا علاج کرنے کے عوض برصغیر میں تجارت کرنے کے حقوق حاصل کر لیے تھے۔ انگریزوں کی طرح فرانسیسی اور ولندیزی بھی ہندوستان میں کافی عرصہ مقیم رہے تھے۔ برصغیر میں پھر ان قوتوں کے درمیان اقتدار کے حصول کے لیے تصادم شروع ہو گیا۔ بالآخر برطانوی حکومت ان سب قوتوں پر بازی لے گئی۔ ایک طرف برطانیہ نے ٹیپو سلطان کو شہید کروایا تو دوسری طرف بنگال میں سراج الدولہ کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا۔ اسی طرح دہلی میں آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی حکومت محض لال قلعہ تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ یعنی انیسویں صدی کے وسط تک برطانیہ پورے ہندوستان پر قابض ہو چکا تھا۔ 1857ء میں برصغیر کی تمام اقوام نے انگریزوں کو ملک سے بے دخل کرنے کے لئے ان کے خلاف تحریک چلائی۔ اس تحریک کو تحریک آزادی کا نام دیا گیا۔ انگریزوں نے اس کو غدر قرار دیا۔ بدقسمتی سے آزادی کی یہ جنگ ناکام ہوئی اور انگریز پورے ہندوستان پر قابض ہو گیا، اور ہندوستان براہِ راست حکومت برطانیہ کے زیر تسلط آ گیا۔ انگریزوں نے آزادی کی جنگ میں مسلمانوں کو مورد الزام ٹھہرایا اور خاص طور پر علمائے دین کو اپنے عتاب کا نشانہ بنایا۔ اُن پر انگریزوں نے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک جید عالم دین کو انگریزوں نے درخت پر اُلٹا لٹکا کر نیچے اس طرح سے آگ سلگائی کہ وہ آگ اُن کے بالوں تک نہ پہنچ سکتی تھی۔ یوں وہ پوری طرح سے جل بھی نہ سکتے تھے اور آگ کی شدت نے انھیں بھون کر رکھ دیا تھا۔ اس صورتحال میں علماء کرام نے محسوس کیا کہ اب انگریزوں سے کھلے محاذ پر جنگ نہیں لڑی جا سکتی۔ لہٰذا اصحاب کہف کی سنت کو اپناتے ہوئے وہ زیر زمین چلے گئے اور قال اللہ اور قال الرسول کے تحت مسلمانوں

میں اسلامی شعور کو مسلسل بیدار رکھنے کی کوششوں میں جُت گئے اور انہوں نے چھوٹے چھوٹے مدرسوں میں مسلمانوں کو اسلام کی بنیادی تعلیم دینا شروع کر دی۔ اُس وقت برصغیر میں بالکل سپین والی صورتحال پیدا ہو چکی تھی۔ سپین میں مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر عیسائی بنایا گیا تھا۔ بالکل وہی معاملہ اب برصغیر میں شروع ہو گیا تھا۔ لہٰذا میرے نزدیک علماء کرام نے اس خوف کے پیشِ نظر ایک مدبرانہ اور حکیمانہ فیصلہ کیا تھا۔ 1877ء میں علامہ اقبال پیدا ہوئے اور 1885ء میں کانگرس کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ وہ دور تھا جب برصغیر میں جمہوریت کی باتیں ہونا شروع ہوگئی تھیں۔ انیسویں صدی کے آخر میں علامہ اقبال کو یہ محسوس ہوا کہ مسلمانوں کا تعلق اسلام سے اب صرف نماز روزے کی حد تک رہ گیا ہے۔ اقبالؒ نے قرآن کا جس نظر سے مطالعہ کیا تھا اُس کا حاصل اُس اسلام سے بالکل مختلف تھا جو اُس وقت برصغیر میں رائج تھا۔ لہٰذا علامہ اقبالؒ نے اپنی شاعری کے ذریعہ مسلمانوں میں قرآن سے لگاؤ، جذبۂ جہاد اور سماجی انصاف کا احساس اُجاگر کیا۔ علامہ اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعہ مسلمانوں کے اندر جذبۂ حریت بھی بیدار کیا اور اسلام کے ہمہ گیر تصورِ دین کی طرف بھی اُن کی توجہ مبذول کروائی۔ اُن کا ایک شعر ہے ؎

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

انہوں نے یاد دلایا کہ اسلام محض ایک مذہب نہیں ہے بلکہ ایک مکمل دین، مکمل نظام زندگی ہے، جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اسلامی ریاست قائم ہو جس میں مسلمان اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی گزار سکیں۔ علامہ نے واضح انداز میں برصغیر میں نفاذ اسلام کے لئے جداگانہ مملکت کا تصور 1930ء کے خطبۂ الٰہ آباد میں پیش کیا، جس کے تحت پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔

حافظ عاکف سعید: اصل میں اللہ تعالیٰ نے علامہ اقبالؒ کو قرآن کا فہم عطا کیا تھا اور ان پر دین اسلام کی حقیقت کو اُجاگر کیا تھا۔ اس وقت مسلمان اپنی زندگیوں میں اسلام کو دین کے تصور سے ہٹا کر صرف مذہب کے مروجہ تصور کی حد تک لے آئے تھے، جبکہ اقبالؒ مسلمانوں کو اسلام کے ہمہ گیر تصور کی طرف واپس لانا چاہتے تھے جو انگریز کی غلامی کی وجہ سے بالکل ہی مدھم پڑ گیا تھا۔ آج دُنیا کا یہ تصور ہے کہ مذہب ایک شخص کا ذاتی معاملہ ہے لہٰذا مسلمان نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کریں۔ عیسائی گرجا میں جائیں۔ اسی طرح ہندو اپنے مندروں میں جا کر پوجا پاٹ کریں، لیکن اجتماعی نظام کا تعلق کسی آسمانی وحی اور انبیاء کرام کی تعلیمات سے نہیں ہوگا۔ اس تصور کے تحت برصغیر کے مسلمانوں نے بھی اسلام کو تصورِ مذہب تک محدود کر دیا تھا۔ اقبالؒ نے مسلمانوں کو بتایا کہ عید درحقیقت مسلمانوں کی اجتماعیت کا اظہار ہے اور خاص کر اس میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا اعلان ہوتا ہے۔ سورۃ البقرہ میں ہمیں رمضان کے روزہ کے ذکر کے بعد عید منانے کا بھی واضح اشارہ ملتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ ’’(تمہیں روزوں میں سہولت کا یہ طریقہ) اس لئے (بتایا جا رہا ہے) کہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور جس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے اُس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار کرو اور شکر گزار بنو۔‘‘ عید کا تہوار یہ پیغام دیتا ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے نظام کو اس دُنیا پر غالب کریں۔ مسلمان اگر کسی جگہ محکومی کی زندگی گزار رہا ہے اور اُس خطہ میں اللہ کا دین نافذ نہیں ہے تو وہ محض ہجوم مومنین والا معاملہ ہی ہوگا۔ وہ اصل عید تو نہیں ہوگی۔ مسلمان کی اصل عید تو اُس وقت ہوتی ہے جب اُس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو نافذ کر کے واقعتاً اللہ تعالیٰ کو پوری دنیا میں بڑا ثابت کر دیا ہو۔ تبھی ایک مسلمان کی اصل شان نمایاں ہوتی ہے۔ یعنی اگر آپ نے واقعتاً اللہ تعالیٰ کے دین کو زمین پر نافذ کیا ہو تو پھر آپ کی اور اسلام کی عزت و آبرو میں اضافہ ہوگا۔ اور ’’عید آزاداں شکوہِ ملک و دین ہو گی‘‘ وگرنہ ’’عید محکوماں ہجوم مومنین‘‘ ہی ہو گی۔

سوال: 1947ء کے بعد تو ہماری عید عیدِ آزاداں ہی کہلائے گی؟

ایوب بیگ مرزا: آپ نے تو دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا ہے۔ واقعتاً تحریک آزادی سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ ہم نہ صرف آزادی حاصل کر لیں گے بلکہ پاکستان ایک اسلامی فلاحی ریاست بن جائے گا، مگر بدقسمتی سے ایسا نہ ہو سکا۔ گورا انگریز تو یہاں سے چلا گیا مگر اُس کی جگہ کالا انگریز ہم پر مسلط ہو گیا۔ طریقہ کار وہی رہا، بس شکلیں تبدیل ہو گئیں۔ حتیٰ کہ 1935ء کا انڈیا ایکٹ کافی عرصہ تک ہماری گردنوں پر مسلط رہا اور اُسی ایکٹ کے تحت اس ملک میں سب کچھ ہوتا رہا۔ اسلامی ریاست کو قائم کرنے کے لیے ہم نے 1949ء میں کچھ کوشش کی تھی، مگر اُس کے بعد ایسی پسپائی اختیار کی کہ اُس اسلامی سوچ کی طرف ہم دوبارہ نہ جا سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم معاشی، سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے پستی کی جانب گامزن ہو گئے۔ معاشرتی لحاظ سے آپ کو ایک مثال دیتا ہوں۔ ایوب خان کے دور سے اب تک جو وزرائے خزانہ پاکستان میں تعینات ہوئے ہیں وہ سب کے سب I.M.F اور ورلڈ بینک کے ملازم رہے ہیں، اور یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ کسی بھی جمہوری سیٹ اپ میں وزیر خزانہ کی وزارت انتہائی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہ تو ہو سکتا ہے کہ وزیر اعظم وزیر خزانہ کو کسی وجہ سے برطرف کر دے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ وزیر خزانہ کے ہوتے ہوئے وزیر اعظم ملک کی معاشی پالیسی کو تبدیل کر دے۔ ہمارے ملک میں ایک عرصے سے تمام معاشی پالیسیاں امریکہ کی چلی آتی ہیں۔ ایوب کے دور میں وزیر خزانہ شعیب صاحب تھے۔ یحیٰی خان کے دور میں ایم ایم احمد تھا۔ اسی طرح نواز شریف کے دور میں سرتاج عزیز، پرویز مشرف کے دور میں شوکت عزیز اور اب حفیظ شیخ، یہ سب کے سب امریکہ کے ایجنٹ ہیں۔ اتنی کلیدی آسامی پر ایسے لوگوں کے ہوتے ہوئے یہ کیسے ممکن تھا کہ ہم مکمل معاشی آزادی حاصل کر سکتے۔ اور کوئی ملک اگر معاشی لحاظ سے آزاد نہ ہو تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ مکمل آزادی کا دعویٰ کر سکے۔ اسی طرح معاشرتی لحاظ سے اپنے معاشرے کو دیکھا جائے تو ہماری حالت معاشی پہلو سے بھی زیادہ بُری ہے۔ اگر تقسیم ہند سے پہلے کی صورتِ حال کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اُس وقت مسلمان مرد کرتہ، پاجامہ پہنتے اور خواتین انتہائی باپردہ ہوتی تھیں۔ پردہ کا اس قدر اہتمام ہوتا تھا کہ اکثر ہندو گھرانے کی خواتین بھی مسلمان خواتین کے لباس اور پردہ سے متاثر ہو کر پردہ کرنا شروع کر دیتی تھیں۔ مگر آج جو بے پردگی اور بے حجابی کا سیلاب آیا ہے اس سے عیاں ہے کہ سماجی لحاظ سے ہم امریکہ اور مغربی تہذیب کے غلام بن چکے ہیں۔ ہم نے اُن کے تمام اطوار اپنا لیے ہیں۔ مثلاً جیسے وہ اپنی کرسمس مناتے ہیں، ویسے ہی ہم اپنی عید مناتے ہیں۔ پھر ہماری عید عیدِ آزاداں کیسے ہو سکتی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہاں کے مسلمان تقسیم سے قبل کے دور کی نسبت سماجی لحاظ سے مغربی تہذیب کے زیادہ غلام بن چکے ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم آج نہ معاشی

لحاظ سے اور نہ معاشرتی لحاظ ہی سے آزاد ہیں۔ پھر عید آزاداں کیسے منا سکتے ہیں۔

سوال: کیا غیر اسلامی طاقتیں خصوصاً امریکہ اور یورپ مسلمان ممالک کو کنٹرول کر رہے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا : شروع میں ایسا ہی محسوس ہوتا تھا کہ شاید ہم امریکہ اور یورپ کے غلام ہیں، لیکن بعد کے شواہد سے یہ ثابت ہوا ہے کہ ہم درحقیقت امریکہ اور یورپ کے نہیں صیہونی ٹولے کے غلام ہیں کیونکہ امریکہ اور یورپ خود اُس ٹولے کے غلام ہیں جس نے اپنے سات بینکوں کے ذریعہ دنیا کے وسائل پر قبضہ جما رکھا اور کارپوریٹ سیکٹر میں ملٹی نیشنل کمپنیوں کا جال بچھا رکھا ہے۔ عالمی سرمایہ پرستوں کا یہ گروہ اس وقت عالمی بادشاہ گر بن چکا ہے۔ یہاں تک کہ سپر پاور امریکہ بھی اس گروہ کی غلام ہے۔ امریکی صدر اُوباما بھی دنیا پر اپنی مرضی نہیں کر سکتا، اُسے بھی ڈکٹیشن اسی صیہونی گروپ سے لینی پڑتی ہے۔

سوال : کیا مسلمان ممالک میں کوئی ایک اسلامی ملک بھی ہے جس کے بارے میں کہا جا سکے کہ وہاں کے لوگ عید آزاداں منا رہے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا : میری نظر میں یہ بات کہنا انتہائی مشکل ہے۔ ایسا اسلامی ملک شاید ڈھونڈے سے بھی نہ ملے گا۔ یہاں تک بات سننے میں آئی ہے کہ بہت سے اسلامی ممالک کے ائمہ مساجد کو امریکی ڈکٹیشن پر یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ نماز میں قرآن کی وہ آیات تلاوت نہ کریں جن میں جہاد کا ذکر آیا ہے۔ اِن ممالک میں خاص طور پر عرب ممالک شامل ہیں کہ اُن کی اپنی مادری زبان عربی ہے۔ اسی طرح پاکستان میں تعلیمی نصاب سے جہاد سے متعلق آیات کو ہٹانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔ لہٰذا کم از کم مجھ جیسے انسان کو تو ایسا کوئی ملک نظر نہیں آتا ہے جو مکمل طور پر آزاد ہو اور اسلام کے مطابق اپنا نظام چلا رہا ہو اور جو کسی طاغوتی طاقت کی بھی بالکل پروا نہ کرے۔ لہٰذا ہم مسلمانوں میں سے کسی بھی ملک کے لوگوں کی عید کو عید آزاداں نہیں کہہ سکتے۔

سوال: مسلمانانِ پاکستان کو کیا کرنا ہوگا اور خود کو کس مقام پر لانا ہوگا کہ ان کی عید عیدِ آزاداں کہلا سکے؟

حافظ عاکف سعید : ابھی پورے عالم اسلام میں کوئی بھی ایسا ملک نہیں ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم اور اُس کا نظام قائم ہو۔ چنانچہ علامہ اقبالؒ کے عید آزاداں کے حوالے سے وہ تصور آج کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہم اپنی جھوٹی تسلی کے لیے یہ کہہ دیں کہ ہم آزاد ہیں۔ اگرچہ ہم یوم آزادی مناتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک غلام اور محکوم قوم کا یوم آزادی منانا میرے خیال میں اپنے آپ کو دھوکا دینے والی بات ہے۔ البتہ ایک ملک ایسا تھا جہاں شریعت قائم ہو رہی تھی۔ وہاں اب بھی جب مجاہد تکبیر کہتا ہے تو امریکہ اور نیٹو کے فوجی کا پیشاب نکل جاتا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ امریکی اور نیٹو فوجی پیمپر کیوں پہنتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ مجاہد کا اللہ اکبر کہنے کا کیا مطلب ہے۔ عام مسلمان کا ''اللہ اکبر'' کہنے سے کچھ ثواب حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اللہ کے بڑے ہونے کا کیا مطلب ہے؟ پاکستان ہمیں مل گیا۔ 96 فیصد سے زیادہ یہاں مسلمان آباد ہیں۔ لیکن کیا اس خطہ میں ہم نے اللہ کا نظام قائم کیا؟ کیا اللہ کا نام بلند کیا؟ ہماری اسمبلی ڈھٹائی سے وہ قانون پاس کرتی ہے جو مطلقاً قرآن و سنت کے منافی ہوتا ہے۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو بھڑکانے والی بات نہیں ہے؟ ہمیں اپنی آپ کو آزاد کہلواتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ زمین پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دین قائم کیا جائے۔ مگر امت مسلمہ کا حال یہ ہے کہ ہر مسلم ملک پر امریکہ اور یورپ کا وائسرائے مسلط ہے۔ مصر حال ہی حسنی مبارک کے تسلط سے آزاد ہوا ہے۔ افغانستان میں کرزئی اُن کا گماشتہ ہے۔ پاکستان میں پہلے پرویز مشرف اُن کا ''وائسرائے'' تھا، اور اب آصف زرداری امریکہ کا وائسرائے بنا بیٹھا ہے۔ ہم براہِ راست محکوم نہ سہی امریکہ کے معاشی، سیاسی اور سماجی تسلط کی وجہ سے اُس کی مکمل محکومی کا شکار ہیں۔ لہٰذا جب تک مسلمانوں کے ایوانہائے اقتدار میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق فیصلے نہیں ہوں گے تب تک ہم واقعتاً آزاد نہیں کہلا سکتے ہیں۔ لہٰذا ملت کے سنجیدہ لوگ سر جوڑ کر بیٹھیں اور سوچیں کہ ہم کیسے اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کر سکتے ہیں کہ دشمن کا مقابلہ کر سکیں اور اُس کی غلامی سے چھٹکارا پا سکیں۔ تنظیم اسلامی پچھلے 30 سالوں سے غلبہٗ دین کے مشن کے لئے کوشاں ہے اور پوری قوم کو دعوت دے رہی ہے کہ خدارا! اللہ کے دین سے وفاداری اختیار کر کے اللہ کو راضی کرو۔ جب تک ہم اللہ تعالیٰ کو راضی نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی وفاداری کا ثبوت فراہم نہیں کریں گے، اُس وقت تک ہمارے حالات نہیں بدلیں گے۔ جس ملک میں 96 فیصد آبادی مسلمانوں کی ہو وہاں نفاذ اسلام میں کیا چیز رکاوٹ ہو سکتی ہے۔ کیا ہندو سکھ، یا عیسائی اس ملک میں نفاذ اسلام کے راستے میں رکاوٹ پیدا کر رہے ہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ ہم خود دین کے راستہ کی سب سے بڑی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ لہٰذا ہماری مذہبی قیادت کو اب قوم کی صحیح رہنمائی کرنا پڑے گی، اور لوگوں کے سامنے رول ماڈل بن کر انہیں غلبہٗ دین کے لئے منظم کرنا ہوگا۔ اللہ کی مدد ہمیں تب ہی حاصل ہوگی جب ہم دین سے وفاداری کریں گے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔ نصرت الٰہی کے حصول کی شرط واضح ہے، یعنی نصرت دین۔ مسلمانوں کی آزادی، وقار اور غلبہ ہر چیز اسلام سے وفاداری سے مشروط ہے۔ ہمارے ہاں یہ کہا جاتا ہے کہ سسٹم کو بچاؤ۔ نہ جانے یہ لوگ کس سسٹم کو بچانے کی باتیں کر رہے ہیں۔ عادلانہ نظام تو ایک ہی ہے اور وہ نفاذ اسلام ہے۔ اسلام کے علاوہ باقی جو نظام بھی ہے وہ ظلم ناانصافی پر مبنی ہے، بے اعتدالی اور عدم توازن کا مرقع ہے۔ مسلمانوں کا اُس سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ جو مسلمان اسلام کو چھوڑ غیر اسلامی نظام کو اختیار کریں گے اُس کی سزا انہیں بھگتنا ہوگی، جیسا کہ آج ہم بھگت رہے ہیں کہ تمام دنیا کے مادی وسائل مسلمانوں کے پاس ہوتے ہوئے بھی ہم پر عالم کفر کا غلبہ ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان وسائل سے مسلمان استفادہ کرتے، مگر مسلمان ممالک معاشی بدحالی کا شکار ہیں۔ جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہماری معاشرت، معیشت اور سیاست سب غیر اسلامی ہیں۔ ہمارا معاملہ منافقوں والا ہے اور منافق کی سزا کافر سے بھی زیادہ سخت ہے۔ مسئلہ نہایت سادہ ہے۔ کوئی پیچیدگی والی بات نہیں ہے۔ اللہ کے دین سے وفاداری ہمیں اپنے قول و فعل سے ثابت کرنی ہے، پھر ان شاء اللہ لازمی اللہ تعالیٰ کی مدد آئے گی۔ دین بہر صورت غالب ہونا ہے۔ اس معاملے میں حضور اکرم ﷺ نے بڑے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت سے قبل پورے کرۂ ارض پر اللہ تعالیٰ کا دین غالب ہو کر رہے گا۔ ہمارے لئے سوچنے کی بات یہ ہے کہ غلبہٗ دین کی جدوجہد میں ہم اپنا حصہ ڈالتے ہیں یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اُن لوگوں میں شامل کرے جو دین کے غلبہ کے لیے اپنا خون پسینہ ایک کر رہے ہیں۔ (آمین!)

(مرتب: محمد بدرالرحمٰن)

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد میں جاری سال 13-2012 کیلئے ہفتہ وار مختصر دورانیے کے کورسز

Weekly Short Courses

حلقات و دوراتِ دینیہ

مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب

(Weekend Family Dars)

دین اسلام کو جامع تصور صحیح کرنے کے لئے
قرآن حکیم کے منتخب مقامات کا تفصیلی مطالعہ

مدرس: جناب شجاع الدین شیخ صاحب
وقت: بعد نماز عشاء دن: جمعہ

کلامِ نبوی ﷺ کی صحبت میں

مشہور محدث امام محی الدین شرف النووی کی
شہرۂ آفاق کتاب "اربعین نووی" کا سلسلہ وار مطالعہ

مدرس: حافظ شیر اللہ صاحب
وقت: بعد نماز عشاء دن: جمعہ

عربی گرامر برائے قرآن فہمی

(Evening Classes)

عربی گرامر کے بنیادی قواعد اس حد تک کہ تعلیم کو قرآن حکیم
کے مفہوم کو سمجھا جاسکے، مزید آسان چھوٹی سورتوں کے ترجمے کی مشق

مدرس: جناب فرقان احمد صاحب
وقت: بعد نماز عشاء دن: پیر اور منگل

عقائد و عبادات

اسلام کے بنیادی عقائد کی تعلیم اور روزمرہ کی عبادات میں
پیش آنے والے فقہی مسائل و آداب کی بنیادی تعلیم

مدرس: جناب یسریٰ اسحاق صاحب
وقت: بعد نماز مغرب دن: جمعرات

مجلسِ حکمت

مرکز تعلیم و تحقیق قرآن اکیڈمی یٰسین آباد کے تحت
حکمت قرآنی کی ہفتہ وار نشست
جس میں ایک جانب اصول فقہ، فقہ و علم الکلام
تو دوسری جانب فلسفہ و ادب و تصوف پر
مختلف اصحاب علم کے ساتھ مذاکروں کا انعقاد کیا جارہا ہے
بنیادی عنوانات ہو ں گے ـــــــــ تفسیر قرآن، ادیان و علم مشرقیات

مراقب: جناب ادریس پاشا قرنی صاحب
وقت: بعد نماز عشاء دن: منگل

مطالعہ سیرت النبی ﷺ

سیرت النبی ﷺ کی مشہور کتاب
"الرحیق المختوم" کا سلسلہ وار مطالعہ

مدرس: جناب عامر خان صاحب
وقت: بعد نماز مغرب دن: جمعہ

تجوید القرآن

گاہے بگاہے تجوید و ادائیگی کے ساتھ تلاوتِ قرآن حکیم
کے لئے علم تجوید کے بنیادی قواعد کی تعلیم

مدرس: حافظ قاری سعد خورشید صاحب
وقت: بعد نماز مغرب دن: پیر اور منگل

عربی گرامر برائے قرآن فہمی

(Sunday Classes)

عربی گرامر کے بنیادی قواعد و ضوابط کی اس حد تک تعلیم کہ قرآن حکیم
کے مفہوم کو سمجھا جاسکے، مزید آسان چھوٹی سورتوں کے ترجمے کی مشق

مدرس: انجینئر نصیر احمد فاروقی صاحب
وقت: صبح 10.00 تا 11:45 بجے دن: اتوار

کبھی اے نوجواں مسلم!

— کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے؟
مسلم نوجوانوں کے لیے اپنی ماضی کی تاریخی شاندار
اسلامی اقدار کی تربیت کے ساتھ

مدرس: حافظ عاصم عثمان صاحب
وقت: صبح 10:00 تا 12:00 بجے دوپہر دن: جمعہ

متفرق کورسز

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد میں دیگر ایام و اوقات میں
منعقد کیے جانے والے مختصر کورسز

☆ ہفتہ وار تین روزہ اقتناحی کورس "تحریک رجوع الی القرآن"
از انجینئر نوید حسین فاروقی صاحب

☆ "یوتھ اسلامک کیمپ"
گرمیوں کی چھٹیوں میں اسکول و کالج کے طلبہ و طالبات کے لئے

☆ "تحدث بالعربیۃ" (Speak Arabic) 40 روزہ عربی تکلم کورس

☆ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے دورۂ ترجمۂ قرآن اور متفرق دروس
بذریعہ ملٹی میڈیا وغیرہ

ترجمہ قرآن حکیم

قرآن مجید کی صرفی و نحوی تحلیل و تجزیہ

مدرس: جناب عاطف محمود صاحب
وقت: صبح 10:00 تا 12:00 بجے دوپہر دن: ہفتہ

دورۂ قرآن حکیم

قرآن حکیم کا سلسلہ وار دورۂ ترجمہ مع تفسیری نکات
از منتخب اردو و عربی تفاسیر

مدرس: جناب ادریس پاشا قرنی صاحب
وقت: سہ پہر 3:00 تا 4:30 بجے شام
دن: اتوار

مدرسۃ البنین والبنات

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد میں بچیوں اور بچوں کے لیے ایک مدرسۃ
البنین والبنات قائم ہے جس میں قرآن حکیم کی ناظرہ تعلیم کا
سہ پہر 3:00 سے 4:00 بجے تک اہتمام کیا جاتا ہے۔

نوٹ: واضح رہے یہ تمام کورسز بغیر کسی فیس کے منعقد کیے جارہے ہیں
تاہم اخراجات اہل ثروت کے تعاون سے پورے کیے جاتے ہیں۔

افتتاحی نشست

مذکورہ بالا تمام حلقات و دورات (Short Courses)
کے لیے ایک افتتاحی نشست

تاریخ: 3 ستمبر 2012 وقت: بعد نماز مغرب

کا اہتمام کیا جارہا ہے آپ سے گزارش ہے کہ اس پروگرام
میں بروقت شرکت فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔

رابطہ: جناب حارث احمد صاحب
موبائل: 0300-2225354

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد

شارع قرآن اکیڈمی، بلاک 9، فیڈرل بی ایریا، کراچی، پاکستان۔
Email: yaseenabad@quranacademy.com
فون: 021-36806561, 36337346

ایک ایمان افروز واقعہ

مسز عالمگیر

1932ء میں عراق کے شاہ فیصل اوّل نے خواب میں دیکھا حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اُن سے کہہ رہے ہیں کہ اُن کو اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو (جن کے مزار، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار سے دور ایک غیر آباد جگہ پر تھے) اصل مقام سے نکال کر دریائے دجلہ سے ذرا فاصلے پر دفن کردیں۔ کیونکہ میرے مزار میں پانی اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مزار میں نمی آنی شروع ہوگئی ہے۔

شاہ فیصل اوّل یہ خواب بھول گئے، لیکن دوسری شب پھر یہی خواب دیکھا لیکن پھر بھول گئے۔ تیسری شب یہی خواب عراق کے مفتی اعظم نے دیکھا۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے خواب میں ان کو یہ بھی بتایا کہ گزشتہ دو راتوں سے وہ بادشاہ سے برابر کہہ رہے ہیں، لیکن وہ مصروفیت کے باعث بھول جاتے ہیں۔ اب آپ کا فرض ہے کہ انہیں متوجہ کروائیں۔ چنانچہ اس وقت کے وزیراعظم اور بادشاہ سے مفتی اعظم نے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ شاہ فیصل اوّل نے کہا۔ آپ فتویٰ دے دیں۔ مفتی صاحب نے وہیں فتویٰ دیا اور یہ فتویٰ اور شاہ عراق کا فرمان اخبارات میں شائع کردیا گیا۔ 10 ذوالحجہ کے اخبار میں فتویٰ اور فرمان پڑھ کر تمام دنیائے اسلام میں جوش وخروش پھیل گیا۔ اور اس خبر کا چرچا پوری دنیا میں ہوگیا۔

حاجیوں نے شاہ فیصل اوّل سے درخواست کی کہ وہ 20 ذوالحجہ تک رُک جائیں، تاکہ وہ بھی عراق پہنچ سکیں۔ شاہ فیصل نے اُن کی درخواست مان لی۔ 20 ذوالحجہ 1351ھ کو لاکھوں خوش نصیبوں نے یہ ایمان افروز واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کے مزار کھولے گئے تو معلوم ہوا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار میں پانی آچکا تھا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے مزار میں نمی پیدا ہوگئی تھی۔ شاہ فیصل اوّل کی موجودگی میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک کو بذریعہ کرین اس طرح اُٹھایا گیا کہ ان کی نعش مبارک کرین پر نصب اسٹریچر پر خود بخود آگئی۔ نعش مبارک کو اعلیٰ شخصیات نے کندھا دیا اور ایک شیشے کے تابوت میں رکھ دیا۔ اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک کو نکالا گیا۔ نعشوں کو دیکھ کر لگتا تھا کہ یہ اصحاب رسولؐ چند گھنٹے قبل رحلت فرمائے ہوئے ہیں، جبکہ تیرہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ ہوچکا تھا۔ دونوں نعشوں کے کفن اور بال تک بالکل درست حالت میں تھے۔ دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار کے پاس سلمان پارک جو بغداد سے 30 میل کے فاصلے پر ہے، دفن کردیا گیا۔

اس موقع پر بے شمار لوگ اسلام لے آئے۔ یہ منظر ٹی وی پر دکھایا گیا۔ جرمنی نے بڑی بڑی سکرینیں نصب کی تھیں۔ ایک جرمن ڈاکٹر اس قدر متاثر ہوا کہ اُس نے اُسی وقت مفتی اعظم کے پاس جاکر اسلام قبول کرلیا۔ اِس جرمن ڈاکٹر کے اسلام لانے کے بعد بہت سے عیسائی اور یہودی بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ روزنامہ جنگ میں اس واقعہ کی خبر 7 جون 1970ء میں بھی چھپی۔

آیئے، اب ذرا ان دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں پر ایک مختصر نظر ڈالیں۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ کے بہت قریبی ساتھی تھے۔ جنگ خندق میں انہوں نے حصہ لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے ذمہ یہ کام سونپا کہ مدینہ میں یہود اور منافق جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نقصان پہنچانے کی مسلسل سازشوں میں مصروف ہوتے ہیں، کی حرکات پر نظر رکھیں، تاکہ اسلام واہل اسلام کے خلاف سازشوں کو ناکام بنایا جاسکے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن کو منافقین کے نام بھی بتادیے۔ یہ ایک سربستہ راز تھا جو آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو نہ بتایا۔ اس دن سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو رازدانِ رسول ﷺ ہونے کا عظیم شرف حاصل ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مدین کا گورنر مقرر کیا۔ مدین بغداد کے قریب عراق میں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب خلیفہ مقرر ہوئے تب بھی وہ مدین کے گورنر تھے۔ وہ 36 ہجری میں جنگ جمل سے پہلے فوت ہوئے اور مدین میں دفن ہوئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ

انہوں نے 18 جنگوں میں حصہ لیا۔ وہ سب سے آخری صحابی رسولؐ تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سن کر وہ کربلا پہنچے اور شہداء کو وہاں دفن کیا۔ وہ پہلے شخص تھے جو کربلا پہنچے۔ حجاج بن یوسف نے اُن کو بہت اذیت دی اور ظلم کی انتہا کردی۔ وہ 94 سال کی عمر میں 78 ہجری میں وفات پاگئے۔ وہ مدین میں دفن ہوئے۔

معمارِ پاکستان نے کہا:

اسلامی اصول آج بھی ہماری زندگی کے لیے اسی طرح قابل عمل ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے قابل عمل تھے۔ میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ لوگوں کا ایک گروہ جان بوجھ کر فتنہ اندازی سے یہ بات کیوں پھیلانا چاہتا ہے کہ پاکستان کا آئین شریعت کی بنیاد پر مدوّن نہیں کیا جائے گا۔ میں ایسے لوگوں کو جو بدقسمتی سے گمراہ ہوچکے ہیں' یہ صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ نہ صرف مسلمانوں کو' بلکہ یہاں غیر مسلموں کو بھی کوئی خوف' ڈر نہیں ہونا چاہیے۔ ہر شخص سے انصاف' رواداری اور مساوی برتاؤ اسلام کا بنیادی اصول ہے...... رسول اللہ ﷺ کی زندگی انتہائی سادہ تھی۔ آپ نے جس چیز میں بھی ہاتھ ڈالا' کامیابی نے آپ کے قدم چومے۔ تجارت سے لے کر حکمرانی تک' ہر شعبۂ حیات میں آپ مکمل طور پر کامیاب رہے۔ رسالت مآب پوری دنیا کی عظیم ترین ہستی ہیں۔ 1300 سال قبل ہی آپ نے (اسلامی) جمہوریت کی بنیادیں رکھ دی تھیں۔

(کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب' 25 جنوری 1948ء)

Like Hitler's "final solution" this is America's final solution, which, if you go deeper, smacks of the Zionist thinking and strategy.

That this course has now been suspended is not the news. The news is that the hideous face of Pentagon, representing the anti-Islamic sentiment among the Christian and Jewish brethren has been unmasked once again.

CRUSADES CONTINUE?

Side news is that the Kansas Senate, not long ago, has approved a bill that effectively obliterates the Islamic Shariah in the State. The number of yes-votes was 34 while the no-votes were only four. This should not distract our attention from the central point, which is that the unipolar United States is, and has been, at war with Islam. The logical inference of this belligerent strategy is that an American soldier must know that wherever he is fighting or is going to fight in the future he must consider his fight as against Islam. In brief and simple words, it means the crusades continue, and continue unabated. It is clear that in this Christian Zionist jihad, the US, the UK and the entire Europe are united. The difference lies in degree alone.

In this disquieting backdrop let the US Defence Secretary, Foreign Secretary and Secretary for Information think coolly what repercussion they expect from the Arab Islamic world for letting out the said secret. Do they think the Muslims in general would take it in stride?

The heady wine of power seems to have totally blinded the already purblind US administration's egg-headed leadership. Has nobody read history there? Where are the Pharaohs today? Don't go far. Where is Hitler? Did it ever occur to the Fuehrer that one day he could commit suicide in a bunker in St. Helina? Were these insignificant footnotes in history not more powerful in their times than the Pentagon, the US and its partners in crimes against humanity?

The explicit threat to the Harmain painfully compels Muslims in general and their leadership in particular to ask the Guardian of the two Holy Mosques: How does he propose to confront the bellicose America? An onerous responsibility rests on his shoulders. Perhaps the Saudi King knows that the Islamic world as a whole does not feel at ease, much less enthusiastic about the Saudi extraordinary proximity with the United States because of the latter's irrational and unhelpful attitude towards the transplanted Israel. Being what he is, King Abdullah is expected to care for his co-religionists' responsibility.

There is no mechanism in the entire West Asian region as well as North Africa that may provide some semblance of hope or relief. The much-touted OIC has been reduced to the status of a debating society, heavily punctuated with verbosity. Our morbid feeling is that all the His Majesties, His Highnesses and His Excellencies hang together urgently before they are hanged together by the United States of America.

(Courtesy: "Radiance Viewsweekly"; 02 June 2012)

کاروباری اور ملازمت پیشہ افراد (مرد حضرات) کے لیے بنیادی دینی علوم سے آگاہی کا موقع
مرکزی انجمن خدام القرآن کے شعبہ تدریس کے زیر اہتمام
17 ستمبر سے
فہم دین کورس
(موڈیول I اور II) کا آغاز ہو رہا ہے۔ (ان شاء اللہ)

نصاب (موڈیول I)
- عربی گرامر (تیسیر القرآن کے پہلے 20 اسباق)
- تجوید و ناظرہ
- مطالعہ حدیث (منتخب نصاب حدیث)
- ایمانیات

نصاب (موڈیول II)
- عربی گرامر (تیسیر القرآن کے آخری دس اسباق)
- ترجمہ قرآن مع عربی گرامر
- تجوید و حفظ
- توسیعی محاضرات (بنیادی اصطلاحات حدیث، قرآن فہمی کے اہم اصول اور ماخذ، دینی موضوعات پر لیکچرز)

دورانیہ: 4 ماہ اوقات تدریس: مغرب تا عشاء (سوموار تا جمعرات)

نوٹ: موڈیول II میں داخلے کے لیے موڈیول I کا پاس ہونا یا داخلہ ٹیسٹ پاس کرنا لازمی ہے۔

داخلہ کے خواہشمند حضرات قرآن اکیڈمی K-36، ماڈل ٹاؤن، لاہور کے استقبالیہ سے داخلہ فارم حاصل کریں اور 17 ستمبر تک وہیں جمع کرا دیں۔

برائے رابطہ: قرآن اکیڈمی
K-36، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون: 3-042-35869501، irts@tanzeem.org
نیشان دانش 0336-4205587 0333-4430391

Dr. S. Ausaf Saied Vasfi

THE HARMAIN ARE US TARGET
US INCULCATES HATE INTO ITS MILITARY

What is the degree of hate against Islam and Muslims, inculcated systematically into the minds and hearts of the American government, civilians and military officials? Does the United States, or, to be exact, did the United States do so officially?

A 300-word story, datelined Washington, May 11, done by the Associated Press, reveals:

> "A course for US military officers has been teaching that America's enemy is Islam in general, not just terrorists, and suggesting that the country might ultimately have to obliterate the Islamic holy cities of Makkah and Madinah without regard for civilians, following precedents such as of nuclear attack on Hiroshima."

The story referred to above is from the proverbial horse's mouth. Reverting to the subject, to quote its other key points by a top military officer:

POSSIBLE OUTCOMES

"They hate everything you stand for and will never exist with you, unless you submit," inspector Army Lt. Col. Matthew Dooley said last July at Joint Forces Staff College in Northfolk, Virginia. Dooley also presumed for the purpose of his theoretical war plan that the Geneva Convention was "no longer relevant".

He added: "This would leave open the option once again of taking war to a civilian population whenever necessary (the historical precedents of Dresden, Tokyo, Hiroshima, Nagasaki being applicable)." His war plan suggested possible outcomes such as "Saudi Arabia threatened with starvation.... Islam reduced to cult status" and the Muslim holy cities of Makkah and Madinah in Saudi Arabia "destroyed".

A copy of the presentation was posted online by Wired.com's Danger Room blog. A Pentagon spokesman authenticated the documents. Dooley still works for the college, but is no longer teaching, Chairman of Joint Chiefs of Staff Gen. Martin Dempsey said.

TALKING POINTS

The course "Perspectives on Islam and Islamic Radicalism" was an elective taught since 2004. It was offered five times a year with about 20 students each time.

For the sake of clarity, we enumerate below the talking points of the story:

1) It is not only the Muslim terrorists but Islam as an ideology or religion that is the enemy of the United States. Therefore, with a view to getting rid of the foe, the erasal of the two holy shrines in Makkah and Madinah from the surface of the soil is also necessary. Let the US military should not attach undue importance to the destruction of human life, as collateral damages are understandable in an all-out war, as the world saw in a Hiroshima-like situation without which the "menace" of Islam cannot be dealt with effectively.

2) Islam and Christianity or Judaism cannot live amicably, side by side. For the survival of the later, liquidation of the former is a must.

3) The international covenants like the Geneva Convention should not bother the conscience of the US military. In such cases, they seize to be relevant.

4) If taking war to the civilian populaces becomes necessary, it should be taken confidently. There are precedents to justify the American action, like Dresden, Tokyo, Hiroshima and Nagasaki.

5) The possible outcomes like starvation deaths of the Saudis, assumption of the cult status of Islam or destruction of Ka'ba or Masjid al-Nabvi should not deter the American bombers.